ہلالِ رمضان کا پیغام

لیجیے! پورے ایک سال کے بعد مجھے آپ حضرات کی زیارت پھر نصیب ہورہی ہے۔ میں آپ کے لیے رمضان کا پیغام لے کر آیا ہوں۔ وہ پیغام ہے تقویٰ کا اور صبر کا، رحمت کا اور مغفرت کا، تلاوت کا اور عبادت کا اور رضائے الٰہی کا۔ میں ایک ماہ تک آپ حضرات کی مہمانی میں رہوں گا اور دیکھوں گا کہ آپ کے روزے کیسے گزرتے ہیں؟ آپ کی عبادت وتلاوت کا کیا حال ہے؟ آپ کتنا وقت عبادت میں صرف کرتے اور اپنے مالک کی یاد میں گزارتے ہیں؟ پھر میں آپ سے اجازت لے کر رخصت ہوں گا اور دوسرا چاند میری جگہ لے گا، عید کا مبارک اور نیا چاند اور عید تو خود رمضان کا انعام ہے۔ اگر رمضان نہ ہوتا تو عید بھی نہ آتی، اگر مشقّت نہ ہوتی تو راحت کا بھی لطف نہ آتا، شب بیداری نہ ہوتی تو نیند کا بھی پورا مزہ نہ آسکتا، اگر بھوک نہ ہوتی تو کھانا بھی اچھا معلوم نہ ہوتا۔ اس لیے عید اپنی تمام مسرتوں اور لذتوں کے باوجود رمضان کی رہینِ منت ہے اور اس طرح میں صرف رمضان ہی کا سفیر نہیں بلکہ عید کا بھی سفیر ہوں۔

مولانا سید ابوالحسن علی ندوی رحمۃ اللہ علیہ

ماہنامہ
نقیبِ ختمِ نبوت ملتان

بیاد: سید الاحرار حضرت امیر شریعت سید عطاء اللہ شاہ بخاری رحمۃ اللہ علیہ
بانی: ابن امیر شریعت مولانا سید عطاء المحسن بخاری رحمۃ اللہ علیہ

جلد 29 شمارہ 6 جون 2018 / رمضان المبارک ۱۴۳۹ھ

Regd.M.NO.32

فیضانِ نظر
حضرت مولانا خواجہ خان محمد رحمۃ اللہ علیہ

زیرِ نگرانی
ابن امیر شریعت حضرت پیر جی سید عطاء المہیمن بخاری دامت برکاتہم

مدیر مسئول
سید محمد کفیل بخاری
kafeel.bukhari@gmail.com

رفقاءِ فکر
عبداللطیف خالد چیمہ • پروفیسر خالد شبیر احمد
مولانا محمد مغیرہ • ڈاکٹر عمر فاروق احرار
قاری محمد یوسف احرار • میاں محمد اویس

سید عطاء المنان بخاری
atabukhari@gmail.com

محمد نعمان سنجرانی

سرکولیشن منیجر
محمد یوسف شاد
0300-7345095

زرِ تعاون سالانہ
اندرونِ ملک ——— -/200 روپے
بیرونِ ملک ——— -/4000 روپے
فی شمارہ ——— -/20 روپے

ترسیلِ زر بنام: ماہنامہ نقیبِ ختمِ نبوت
بذریعہ آن لائن اکاؤنٹ نمبر: 1-5278-100
بینک کوڈ 0278 یو بی ایل ایم ڈی اے چوک ملتان

تشکیل

اداریہ:	الیکشن کا کھیل شروع، مسائل جوں کے توں	سید محمد کفیل بخاری	2
شذرہ:	احرار کے ساتھ تعاون فرمایئے!	عبداللطیف خالد چیمہ	4
	سیالکوٹ میں قادیانی عبادت گاہ پر حملہ!		
افکار:	مسلمانوں کے احتجاج پر قادیانی میوزیم کے خلاف کارروائی کی گئی	نجم الحسن عارف	7
//	پروفیسر خالد جامعی کے ایک مضمون پر تبصرہ	پروفیسر خالد شبیر احمد	10
دین و دانش:	زکوٰۃ کے مسائل	دارالافتاء جامعہ فاروقیہ کراچی	14
//	نقشہ برائے ادائیگی زکوٰۃ	مولانا اعجاز صمدانی	20
//	اعتکاف کے مسائل	ڈاکٹر مفتی عبدالواحد مدظلہ	22
//	عیدالفطر...... صدقۃ الفطر (فضائل، احکام، مسائل)	مولانا سید ابومعاویہ ابوذر بخاری رحمۃ اللہ علیہ	30
ادب:	اے دشمنِ دنیا و دیں......!	مولانا سید عطاء المحسن بخاری رحمۃ اللہ علیہ	33
//	غزل	پروفیسر خالد شبیر احمد	35
گوشۂ خاص:	مردِ قلندر کی وفات	منیر عباس	36
//	آہ! سید عطاء المؤمن شاہ بخاری رحمۃ اللہ علیہ	منصور اصغر راجہ	38
مطالعۂ قادیانیت:	منہاجِ نبوت اور مرزا قادیانی (قسط: ۲)	مولانا مشتاق احمد چنیوٹی رحمۃ اللہ علیہ	41
نقد و نظر:	سیرتِ طیبہ اور انشورنس	علامہ محمد عبداللہ رحمۃ اللہ علیہ	48
	زاد المعاد کے اردو ترجمہ از رئیس احمد کا سرسری جائزہ (قسط: ۸)		
حسنِ انتقاد:	تبصرۂ کتب	مبصر: صبیح ہمدانی	56
دعوتِ حق:	متلاشیانِ حق کو دعوتِ فکر و عمل (مکتوب نمبر ۱۲)	ڈاکٹر محمد آصف	59
ترحیم:	مسافرانِ آخرت	ادارہ	63

رابطہ
دارِ بنی ہاشم مہربان کالونی ملتان
☎061-4511961
www.ahrar.org.pk
www.alakhir.com
majlisahrar@hotmail.com
majlisahrar@yahoo.com

شعبۂ تبلیغ تحفظِ ختمِ نبوۃ مجلس احرارِ اسلام پاکستان

مقامِ اشاعت: دارِ بنی ہاشم مہربان کالونی ملتان   ناشر: سید محمد کفیل بخاری   طابع: تشکیل نو پرنٹرز
Dar-e-Bani Hashim, Mehrban Colony, Multan.(Pakistan)

دل کی بات　　　　اداریہ

الیکشن کا کھیل شروع، مسائل جوں کے توں

سید محمد کفیل بخاری

الیکشن کمیشن آف پاکستان نے عام انتخابات ۲۰۱۸ء کا مجوزہ شیڈول جاری کر دیا ہے۔ چیف الیکشن کمشنر جسٹس (ر) سردار رضا خان کی زیرِ صدارت اجلاس میں انتخابات کی تیاریوں کا جائزہ لیا گیا اور انتظامات کو حتمی شکل دے دی گئی۔ یکم جو کو پبلک نوٹس جاری کیا جائے گا، ۲/ جون تا ۶/ جون امیدواروں سے کاغذاتِ نامزدگی وصول کیے جائیں گے، ۱۴/ جون تک کاغذات کی جانچ پڑتال اور ۱۹/ جون اپیلیں دائر کرنے کی آخری تاریخ ہوگی، کاغذات واپس لینے کی آخری تاریخ ۲۸/ جون اور اسی روز امیدواروں کی حتمی فہرست جاری کی جائے گی۔ ۲۹/ جون کو انتخابی نشانات الاٹ ہوں گے جبکہ ۲۵/ جولائی کو عام انتخابات منعقد ہوں گے۔

عبوری وزیرِ اعظم کے لیے جسٹس (ر) ناصر الملک کے نام پر مسلم لیگ ن اور پیپلز پارٹی دونوں نے اتفاق کر لیا ہے۔ قومی و صوبائی اسمبلیوں کی تحلیل کا وقت موعود آ پہنچا ہے اور صوبائی نگران وزراءِ اعلیٰ کے تقرر پر بحث و تمحیص جاری ہے، آئندہ چندوز میں یہ مرحلہ بھی مکمل ہو جائے گا۔

یہ ایک آئینی کارروائی ہے جو ہر الیکشن کے موقع پر معمول کے مطابق ہوتی ہے۔ انتخابات منعقد ہوتے ہیں اور اکثریتی پارٹی کی نئی حکومت معرضِ وجود میں آ جاتی ہے۔ ہارنے والے جیتنے والوں پر دھاندلی کے الزامات لگاتے ہیں اور حزبِ اختلاف کے فورم سے جب تک حکومت قائم رہتی ہے اس کے خلاف سرگرمِ عمل رہتے ہیں۔ جیتنے والوں پر سب سے بڑا الزام یہ لگایا جاتا ہے کہ اُن کے حق میں ''فرشتوں'' نے ووٹ ڈالے اور انھیں کامیاب کرایا ہے۔ حکمران کچھ اچھے تعمیری کاموں کے ساتھ ساتھ ملکی دولت لوٹنے میں مشغول ہو جاتے ہیں اور حزبِ اختلاف دھرنوں اور احتجاجی مظاہروں میں مصروف ہو جاتی ہے۔ کبھی حکومت مدت پوری کیے بغیر برخاست ہو جاتی ہے اور کبھی وزیرِ اعظم نااہل قرار دے کر گھر بھیج دیا جاتا ہے۔ اسے جمہوریت کا حسن قرار دیا جاتا ہے اور اس ''حسن'' کی جلوہ نمائیاں ستر برس سے جاری ہیں۔ عوام کالانعام ہی رہتے ہیں اور ملک کے مسائل جوں کے توں، آزادانہ و منصفانہ انتخابات کی بات تو مذاق بن کر رہ گئی ہے۔ جہاں انتخابات سے قبل ہی نتائج طے ہو جائیں وہاں انتخابات کے ذریعے نظام درست کرنے کے دعووں کی کیا حیثیت رہ جاتی ہے۔

۱۹۷۰ء کے انتخابات کو آزادانہ، منصفانہ اور عادلانہ قرار دیا جاتا ہے لیکن اس کے نتیجے میں ملک دولخت ہو گیا اور مشرقی پاکستان بنگلہ دیش بن گیا۔ قرائن وشواہد اور نتائج سے یہی معلوم ہوتا ہے کہ پاکستانی سیاست میں جو کچھ ہو رہا ہے عالمی استعمار کو یہی منظور ہے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی حدیث کے الفاظ ہیں'' اَعْمَالُکُمْ عُمَّالُکُمْ '' جیسے تمھارے اعمال، ویسے ہی تمھارے حاکم۔ اللہ ورسول صلی اللہ علیہ وسلم اور صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم سے لاتعلقی، قرآن سے بغاوت، نماز روزہ، حج اور زکوٰۃ کا عملی انکار، حدود اللہ اور پورے دین کا استہزاء کرنے والوں کی قیادت نواز شریف، زرداری اور عمران خان ہی کریں گے۔ یہی جاگیردار، سرمایہ دار اور فساق وفُجار عذاب کی صورت میں ان پر مسلط ہوں گے۔ قوم پھر انھیں منتخب کرے گی ؂

بتوں سے تجھ کو امیدیں ، خدا سے نومیدی
مجھے بتا تو سہی اور کافری کیا ہے

جنھوں نے اسلام کے نام پر قائم ہونے والے ملک کو ''سایۂ خدائے ذوالجلال'' سے محروم کر کے ''لوٹ مار چھین شاد باد'' کا بازار گرم کیا، اس کا حساب بھی وہی دیں گے۔

اس دنیا میں بھی اور آخرت میں بھی۔

نواز شریف کا بیانیہ بہرحال دینی طبقہ کے لیے لمحۂ فکریہ ہے۔ سوال یہ ہے کہ جس شدت کے ساتھ وہ ملک کی اندرونی قوتوں کے خلاف سینہ سپر ہوئے ہیں کہیں اس کے پیچھے بیرونی قوتوں کا ہاتھ تو نہیں؟ حلف ختم نبوت کا معاملہ، قادیانیوں کی مسلسل عملی حمایت اور لبرل پاکستان کا نعرہ عالمی استعماری قوتوں کے ایجنڈے کی تکمیل کی چغلی کھا رہا ہے۔ معاملہ صرف نواز شریف ہی کا نہیں زرداری اور عمران خان بھی اسی دوڑ میں شریک ہیں۔ ان میں جو بھی عالمی استعمار کے مقاصد پورے کرنے کی صلاحیت کا حامل ہوگا ''ہما'' اس کے سر پر بٹھا دیا جائے گا۔ پھر ''فرشتے'' اور ''خلائی مخلوق'' سب اس کے ساتھ ہو جائیں گے۔

آئندہ عام انتخابات میں محبِّ وطن اور دین دار طبقہ کو ایک مضبوط مؤقف اختیار کرنا ہوگا، ایک مستحکم رائے قائم کرنی ہوگی اور بالکل سیدھا راستہ اختیار کرنا ہوگا۔ نتائج خواہ کچھ بھی ہوں ہمیں اپنے عقیدے، شناخت اور تہذیب کی حفاظت کرنا ہوگی۔

اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ ہم فقیروں کو تاجدارِ ختمِ نبوّت رحمۃ للعلمین صلی اللہ علیہ وسلم کی غلامی میں قبول فرمائے۔ پاکستان کی حفاظت فرمائے اور ہمیں قیامِ پاکستان کے مقاصد کی تکمیل کی توفیق عطاء فرمائے۔

احرار کے ساتھ تعاون فرمایئے!

عبداللطیف خالد چیمہ

رمضان المبارک 1439ھ کا رحمت و مغفرت کے عشرے مکمل کر کے ہم آخری عشرے (نجات) میں داخل ہو چکے ہیں، اس مبارک مہینے میں دینی مدارس اور دینی جماعتوں کے ساتھ عوام الناس بڑھ چڑھ کر تعاون کرتے ہیں، تاکہ خیر کے کام جاری و ساری رہیں، اور اہل خیر نیکیوں کی بہاریں سمیٹتے رہیں۔ مجلس احرار اسلام 29 ردسمبر 1929ء کو قائم ہوئی اور حضرت امیر شریعت سید عطاء اللہ شاہ بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے 1934ء میں شعبۂ تبلیغ ''تحفظ ختم نبوت'' قادیان میں قائم کیا، دفاتر احرار و ختم نبوت کے ذریعے فتنۂ ارتداد مرزائیہ کا مردانہ وار مقابلہ کیا۔ 1953ء میں منصب رسالت (ﷺ) و ختم نبوت کے تحفظ کے لیے حضرت امیر شریعت رحمۃ اللہ علیہ نے احرار کی میزبانی میں کل جماعتی مجلس عمل تحفظ ختم نبوت کی تشکیل کی، اسلام اور پاکستان کے خلاف مرزائیوں کے خطرناک وار کو تحریک مقدس تحفظ ختم نبوت کے ذریعے ناکام کیا، حکمرانوں کی طرف سے جبر و استبداد کی انتہاء ہوگئی اور احرار کو خلاف قانون قرار دے دیا گیا۔

1958ء میں پابندی ختم ہونے پر حضرت امیر شریعت رحمۃ اللہ علیہ نے سرخ قمیض پہن کر ملتان میں احرار کی بحالی کا اعلان کیا اور پرچم لہرایا، 1960ء میں حضرت سید ابوذر بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے شعبۂ تعلیم کا آغاز کیا، 1976ء میں چناب نگر (ربوہ) میں مسلمانوں کے باضابطہ پہلے اسلامی مرکز مسجد احرار و مدرسہ ختم نبوت کا سنگ بنیاد رکھا گیا، 1979ء میں حضرت سید عطاء المحسن بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے جماعت کے مرکز ملتان میں ''مدرسہ معمورہ'' کی تشکیل نو کی اور ملک بھر میں مدارس و مراکز احرار و ختم نبوت کا ایک مہم کے طور پر آغاز کیا۔

الحمدللہ آج مختلف شہروں قائد احرار حضرت پیر جی سید عطاء المہیمن بخاری دامت برکاتہم العالیہ کی سرپرستی میں 30 سے زائد دینی مدارس و مراکز اور دفاتر سرگرم عمل ہیں اور نظریاتی و فکری اور تحریکی کام کا دائرہ روز بروز وسیع ہوتا جا رہا ہے۔ مستقبل میں ہمہ پہلو کام کو منظم کرنے خصوصاً دینی مدارس، تحفظ ختم نبوت اور نشر و اشاعت جیسے اہم شعبوں کو مزید مستحکم کرنے کے لیے رمضان المبارک میں صدقات و زکوٰۃ اور فطرانہ و عطیات کے ذریعے ہمارے ساتھ بھرپور تعاون فرمایئے اور اللہ سے اجر پایئے، جماعت کے مرکزی رہنماؤں، مبلغین ختم نبوت اور علاقائی جماعت کے کارکنوں نے ''پیغام ختم نبوت'' کے نام سے مہم شروع کر رکھی ہے، جس کے بہت مثبت اثرات مرتب ہو رہے ہیں، علاقائی جماعتوں کے کارکنوں کو مزید ہدایت کی جاتی ہے کہ وہ رمضان المبارک کی پرنور اور بابرکت ساعتوں میں اس مقدس فریضے کی انجام دہی کے لیے اپنی تمام تر توانائیاں وقف کر دیں، احرار اور ختم نبوت کا پیغام ممکن حد تک ہر جگہ پہنچانے کا اہتمام کریں، چیچہ وطنی اور اس کے مضافات، ساہیوال، اوکاڑہ، کمالیہ، ٹوبہ ٹیک سنگھ، بورے والا، میاں چنوں اور دیگر مقامات پر مرکزی مبلغ ختم نبوت مولانا محمد سرفراز معاویہ، عبدالمنان معاویہ و دیگر ساتھیوں نے حضرت قاری محمد قاسم اور حافظ حکیم محمد قاسم کی معیت میں

''پیغام ختم نبوت'' کے سلسلہ میں چیچہ وطنی کو مرکز بنا کر مذکورہ علاقوں میں دن رات محنت کی ہے، جس کے بہت زیادہ مثبت اثرات مرتب ہوئے ہیں۔ رمضان المبارک کا آخری ہفتہ مولانا محمد سرفراز معاویہ، ڈاکٹر محمد آصف اور قاری محمد قاسم بلوچ کی نگرانی میں لاہور، سیالکوٹ، گوجرانوالہ اور قصور، قاری محمد ضیاء اللہ ضلع گجرات، مولانا محمد مغیرہ چناب نگر اور چنیوٹ جبکہ مولانا تنویر الحسن تلہ گنگ اور چکوال، جناب عبداللہ علوی چکڑالہ، میانوالی، مولانا سید عطاء المنان بخاری اور مولانا محمد اکمل ملتان کی مساجد میں ''پیغام ختم نبوت'' کے سلسلے کو آگے بڑھائیں گے، اسی طرح باقی علاقوں میں بھی کام جاری ہے، ہم ساتھیوں سے امید کرتے ہیں کہ وہ اس جانب مرکزی ہدایات کے مطابق خصوصی توجہ مرکوز فرمائیں گے، تاکہ آئندہ برس یہ کام اور زیادہ منظّم کیا جاسکے۔ ان شاء اللہ تعالیٰ!

سیالکوٹ میں قادیانی عبادت گاہ پر حملہ!

قادیانی جماعت نے اپنی سرپرست قوتوں کے ایماء و ہدایات پر طے کیا ہوا ہے کہ پاکستان کے آئین اور تحفظ ناموس رسالت و تحفظ ختم نبوت جیسے قوانین اور لوئر عدالتوں سے لے کر اپر عدالتوں تک کے فیصلے کسی صورت تسلیم نہیں کرنے، اسی صورتحال کا شاخسانہ گزشتہ دنوں سیالکوٹ میں پیش آیا، جہاں محلّہ کشمیریاں، علامہ محمد اقبال مرحوم کی رہائش گاہ کے قریب مرزا غلام قادیانی کے زمانے کی ایک پرانی قادیانی عبادت گاہ ہے، اوراس کے ساتھ تنگ گلی چھوڑ کر حکیم حسام الدین کا ذاتی گھر جس کو قادیانی جماعت نے خریدا، اوراس پر خلاف ضابطہ تعمیرات کیں، جس کو مبینہ طور پر مرزا غلام قادیانی کی یادگار میوزیم کے طور پر بنانے سنوارنے کا کام شروع ہوا، تو متعلقہ ٹی ایم اے نے نوٹس بھی دیا اور ضابطے کی کارروائی کی، اسی دوران مشتعل ہجوم نے قادیانی معبد کی وہ شکل و ہیئت ختم کردی، جس سے اس معبد کی مسجد سے مشابہت ہوتی تھی۔ اس پر واویلا کیا گیا اور انٹرنیشنل پریس نے بھی یک طرفہ خبریں نشر کیں، حتیٰ کہ پاکستان تحریک انصاف نے اس پر جانب دارانہ تنقید کی، بلکہ فواد چودھری نے نیو ٹی وی چینل پر بات کرتے ہوئے اسے قادیانیوں پر ظلم سے تعبیر کیا، راقم الحروف نے مجلس احرار اسلام پاکستان کی جانب سے تحریک انصاف کی ٹویٹ اور فواد چودھری کے بیان کا جو جواب پریس کو ارسال کیا وہ یہاں نقل کیا جارہا ہے:

لاہور (نیوز رپورٹر) مجلس احرار اسلام پاکستان کے سیکرٹری جنرل عبداللطیف خالد چیمہ نے تحریک انصاف کی جانب سے سیالکوٹ میں قادیانی عبادت گاہ کو ایک ہجوم کی طرف سے نقصان پہنچائے جانے پر مذمت اور تمام مذہبی اقلیتوں کو تحفظ فراہم کرنے کے حوالے سے حیرت کا اظہار کرتے ہوئے اپنے ردعمل میں کہا ہے کہ پہلی بات تو یہ ہے کہ اس وقوعہ کی ذمہ داری ان عناصر پر ہے، جنہوں نے قانون کی خلاف ورزی کرتے ہوئے اپنی عبادت گاہ کو مسلمانوں کی مسجد کی طرز پر تعمیر کررکھا تھا، جبکہ قانون اس کی اجازت نہیں دیتا، انہوں نے کہا کہ جہاں تک مذہبی اقلیتوں کے حقوق کا تعلق ہے تو قادیانیوں نے انفرادی و جماعتی سطح پر آج تک اپنے آپ کو اقلیتی دائرے میں نہ تو محدود کیا ہے، نہ تسلیم کیا ہے اور یہ طرز عمل آئین و قانون سے بغاوت پر مبنی ہے، اس لحاظ سے قادیانی ریاست کے باغی ہیں، انہوں نے کہا کہ قادیانیوں کے حقوق کی بات کرنے والے پہلے ان سے اقلیتی دائرے میں رہنے کے لئے ان کو پابند تو کریں، اس کے بعد یہ بات کی جائے تو

زیادہ مناسب ہوگی''۔ (روزنامہ اسلام، لاہور، 28 مئی 2018ء)

اندریں حالات ہم حکومت و قانون نافذ کرنے والے اداروں سے یہ سوال کرنا چاہیں گے کہ قادیانیوں کو کس قانون کے تحت ریاست کی رٹ سے استثنیٰ حاصل ہے، ملک میں جہاں کہیں ریاستی رٹ نظر نہیں آتی قانون نافذ کرنے والے ادارے اور اعلیٰ عدلیہ اس کا نوٹس لیتی ہے، نقیبِ ختم نبوت کے صفحات کا ریکارڈ موجود ہے کہ ہم نے ہمیشہ یہ بات کہی کہ قانون کی عمل داری کو یقینی بنایا جائے، جب تک قانون کی عملداری سے چناب نگر (ربوہ) برانڈ ارتدادی گروہ کو اسلام، وطن اور ملکی سلامتی کے خلاف اقدامات کے لئے سہولت موجود رہے گی، تب تک قادیانی مسلم کشیدگی میں کسی قسم کی کوئی کمی واقع نہیں ہوسکتی، سو ہم یہ مطالبہ دہرانے میں حق بجانب ہیں کہ مسلم سوسائٹی میں قادیانی ارتدادی تبلیغی سرگرمیوں پر مکمل پابندی عائد کی جائے اور سادہ لوح مسلمانوں کو نوکری، رشتہ، کاروبار اور بیرون ملک اسائلم (سیاسی پناہ) جیسی کشش کے ذریعہ مرتد بنانے پر پابندی عائد کی جائے، اور ربوہ میں ریاستی رٹ نظر بھی آنی چاہیے۔

اس سب کچھ کے لیے سول و فوج میں اعلیٰ عہدوں پر فائز قادیانیوں سے چھٹکارا حاصل کیے بغیر عملی طور پر کچھ نہیں ہوسکتا، اللہ تعالیٰ اسلام اور وطن کے خلاف سازشیں کرنے والوں کو ناکامی و نامرادی سے ہمکنار کردیں، اور امت مسلمہ کو پستی سے نکال کر عروج ثریا عطا فرماویں۔ آمین یارب العالمین!

مجلس احرار اسلام تحریک تحفظ ختم نبوت (جامع مسجد بلاک نمبر 12 چیچہ وطنی)

☆ مکتبہ معاویہ و دفتر تحریک طلباء اسلام۔ قائم شدہ 1970ء

☆ دفتر شعبہ تبلیغ تحفظ ختم نبوت، مجلس احرار اسلام۔ قائم شدہ 1976ء

☆ دار العلوم ختم نبوت (رجسٹرڈ) درجۂ حفظ و ناظرہ قرآن کریم۔ قائم شدہ 1985ء

☆ مفکر احرار چودھری افضل حقؒ لائبریری (دار المطالعہ)۔ قائم شدہ 2012ء

☆ ختم نبوت ٹرسٹ (شعبۂ خدمت خلق، مجلس احرار اسلام)۔ قائم شدہ 2017ء

جامع مسجد سے باہر دیگر ادارے

☆ مرکزی مسجد عثمانیہ، ہاؤسنگ سکیم، چیچہ وطنی 1987ء

☆ احرار ختم نبوت سنٹر، ہاؤسنگ سکیم، چیچہ وطنی 1989ء

☆ دار العلوم ختم نبوت (درجہ حفظ قرآن کریم) مرکزی جامع مسجد عثمانیہ چیچہ وطنی 2002ء

☆ مسجد ختم نبوت، رحمٰن سٹی، اوکانوالہ روڈ چیچہ وطنی 2006ء (زیر تعمیر)

مستقبل کے منصوبہ جات

فری میڈیکل ڈسپنسری، درجہ کتب کا اجراء، تعمیرات جدیدہ، (ختم نبوت کمپلیکس) ان شاء اللہ تعالیٰ

زیر اہتمام: انجمن دار العلوم ختم نبوت (رجسٹرڈ) جامع مسجد بلاک نمبر 12 چیچہ وطنی

مسلمانوں کے احتجاج پر قادیانی میوزیم کے خلاف کارروائی کی گئی

نجم الحسن عارف

سیالکوٹ میں قادیانی گروہ نے علامہ اقبال میوزیم کے مقابل قادیانی فتنے کے بانی کی یادگار کے طور پر میوزیم بنانے کی تیاری کی، جس سے عوام میں سخت ردعمل پیدا ہوا۔ قادیانی گروہ نے اس جعلی یادگار کے لیے کارپوریشن سے منظور کردہ نقشے سے بھی تجاوز کیا۔ ایک منزلہ مکان اور اس پر ایک برساتی کی اجازت لی تھی لیکن تین منزلہ عمارت کھڑی کر دی گئی۔ سرکاری ذرائع کے مطابق میوزیم کی منظوری نہیں لی گئی بلکہ ایک منزلہ عام رہائشی مکان کے نقشے کی منظوری لی گئی تھی۔ مسلمانوں کے احتجاج پر اس غیر قانونی تعمیر کے خلاف کارروائی کی گئی۔ تاہم انہدامی آپریشن کے دوران مقامی مسلمانوں کی بڑی تعداد بھی وہاں پہنچ گئی اور انھوں نے قریب واقع قادیانیوں کی ایک متروک عبادت پر مسلمانوں کی علامت کے طور پر تعمیر کردہ گنبد اور مینار توڑ دیے۔

ذرائع کے مطابق جب ایک سال قبل اس ایک منزلہ مکان کی تعمیرات شروع ہوئیں تو اس وقت بھی عوامی سطح پر سخت ردعمل سامنے آیا تھا۔ تاہم پولیس نے صورتِ حال کو بگاڑ کی طرف نہیں جانے دیا تھا۔ ٹی ایم اے انسپکٹر ذکاء اللہ نے اس سلسلے میں ''اُمّت'' سے گفتگو کرتے ہوئے کہا کہ اسی وقت قادیانیوں کو ناجائز تعمیرات سے روک دیا گیا تھا۔ تاہم انھوں نے اندر کھاتے اپنا کام جاری رکھا اور عمارت کو نقشے کے مطابق ایک منزلہ رکھنے کے بجائے تین منزلوں تک وسعت دے دی۔ اس پر پھر مقامی مسلمانوں نے احتجاج کیا تو ٹی ایم آفس نے اس معاملے کا نوٹس لیتے ہوئے ۹ رمئی کو تعمیر کنندگان ممتاز بٹ ولد اسحاق بٹ اور عبدالستار ولد نامعلوم کو نوٹس بھی جاری کیا۔ تاہم تین دن میں نوٹس کا جواب دینے کی مدت ختم ہونے کے باوجود تعمیرات جاری رکھی گئیں اور نوٹس کا جواب نہ دیا گیا۔ جس کے بعد کارپوریشن حکام نے قواعد کے مطابق بلڈنگ کو سربمہر کر دیا۔ اس کے باوجود قادیانی گروہ ٹس سے مس نہ ہوا تو ۱۳ رمئی کو مذکورہ بالا تعمیر کنندگان کے خلاف ایف آئی آر درج کرادی گئی۔ بعدازاں ممتاز بٹ اور عبدالستار وغیرہ نے گرفتاری سے بچنے کے لیے فوری طور پر عبوری ضمانت کرالی۔ جسے ایڈیشنل سیشن جج فرحان نے دو روز قبل پکی ضمانت میں تبدیل کر دیا۔ اس کے بعد قادیانی گروہ اور شیر ہو گیا۔ جب کہ عوامی غم و غصہ بڑھتا ہوا دیکھ کر ٹی ایم اے نے جعلی یادگار کے ان حصوں کو گرانے کا فیصلہ کیا جو نقشے کے بغیر غیر قانونی طور پر تعمیر کیے گئے تھے۔

''اُمّت'' کے ذرائع کے مطابق سیالکوٹ کے قادیانی گروہ نے علامہ اقبالؒ کی یادگار قرار دی گئی آبائی رہائش گاہ کے عقب میں محض پچاس گز کے فاصلے پر تقریباً چار مرلہ کے مکان کو اپنے ملعون بانی فتنہ کی جعلی یادگار کے طور پر میوزیم بنانے کے

منصوبہ بندی کی تھی۔ اس سلسلے میں بیرون ملک سے قادیانی جماعت کو کافی اچھی فنڈنگ بھی ہوئی۔ تاہم ان ذرائع کا کہنا ہے کہ تقریباً سوا سال کے بعد اچانک قادیانی جماعت کو ایک نئی ترکیب سوجھی کہ بیرون ملک سے علامہ اقبال کی رہائش گاہ کا وزٹ کرنے کے لیے آنے والے مہمانوں کو مرزا غلام احمد کی یادگار تعمیر کر کے متوجہ کیا جاسکتا ہے۔ قادیانیوں کے اس سازشی منصوبے سے ایک مقامی قادیانی ظہیر احمد نے بھی خوب فائدہ اٹھایا، جس نے اپنے تقریباً چار مرلے کے مکان کو قادیانی جماعت کی مقامی قیادت کے سامنے اس طرح پیش کیا کہ جیسے اس مکان کی قادیانیت میں غیر معمولی اہمیت ہو کہ مرزا غلام احمد قادیانی اس مکان والی جگہ پر آتا جاتا رہا اور کچھ عرصہ سرکاری ملازمت کے دنوں میں مقیم بھی رہا۔ جناح اسلامیہ کالج سیالکوٹ کے ریٹائرڈ کلرک ظہیر احمد قادیانی نے مکان کی اس نوعیت کی ''مارکیٹنگ'' پر کئی سال کام کیا اور پھر مہنگے داموں اسے قادیانی جماعت کو فروخت کر دیا۔ اس کے بدلے میں اسے قریب ہی اس سے بڑا اور خوب صورت مکان بھی دیا گیا۔ جب کہ بیرون ملک موجود قادیانیوں نے اس جعلسازی سے تخلیق کی جانے والی جعلی نبی کی جعلی یادگار کے لیے وافر روپیہ فراہم کیا۔ ذرائع کے مطابق اس مقصد کے لیے بیرون ملک سے آنے والے خطیر رقم کو دو طرح استعمال کیا گیا، اوّلاً مکان کی خریداری پر ثانیاً سیکورٹی کے نکتۂ نظر سے غیر معمولی طور پر مضبوط تین منزلہ عمارت کی صورت میں۔ ذرائع کا کہنا ہے کہ اس امکانی یادگار کے حوالے سے منصوبہ یہ بھی تھا کہ اس کے ساتھ تقریباً جڑی ہوئی قادیانی عبادت گاہ جس میں ۱۹۷۴ء کے بعد باقاعدہ عبادت بھی نہیں ہوتی تھی۔ لیکن اس پر قادیانیوں کا قبضہ باقی تھا۔ البتہ قادیانی جماعت کے لوگ جب چاہتے اسے کھول لیتے جب چاہتے بند کر دیتے۔ اس کی تعمیر چونکہ لگ بھگ سو سال پہلے ہوئی تھی۔ اس لیے اس کا عمارتی تاثر ایک مسجد کا تھا۔ لیکن عملاً یہ قادیانیوں کے زیرِ تصرف ایک ایسی عبادت گاہ تھی جس میں باقاعدگی سے عبادت بھی نہیں کی جاتی تھی۔ البتہ بیرون ملک سے آنے والے مخیّر قادیانیوں کو یادگاری منصوبے کے ساتھ اس عبادت گاہ کو جوڑ کر بتایا جاتا تھا۔

مقامی مسلمان اس قادیانی عبادت گاہ پر اسلامی علامات کے غیر قانونی اظہار پر سالہا سال سے شکایت کرتے رہے تھے۔ لیکن انتظامیہ نے کبھی نوٹس نہ لیا، بس یہ کہہ دیا جاتا کہ وہ اسے استعمال تو نہیں کرتے۔ یاد رہے کہ اس سے تقریباً ڈیڑھ یا دو سو گز کے فاصلے پر عالمگیر روڈ پر قادیانی عبادت گاہ موجود ہے۔ قادیانی عبادت کے لیے اسے ہی استعمال کرتے ہیں۔ اس کے باوجود مقامی قادیانی اپنی اس متروک عبادت گاہ کو امتناع قادیانیت آرڈیننس کے تحت اسلامی علامات سے الگ کرنے کو تیار نہ تھے، جب کہ اب مزید یہ کر رہے تھے کہ اس کے سائے میں جعلی یادگار کی تعمیر کر رہے تھے۔ اس وجہ سے مقامی مسلمانوں کے احتجاج میں تیزی آتی رہی۔ ذرائع کے مطابق انتظامیہ نے کافی حد تک اس معاملے سے آنکھیں بند کیے رکھیں۔ اسی کا نتیجہ تھا کہ قادیانیوں کو ایک منزلہ مکان کے نقشے کی منظوری کے باوجود اسے تین منزلوں تک تعمیر کرنے کا حوصلہ اور موقع مل گیا۔ اس

کے خلاف سیالکوٹ میں ۹ مئی کو وکلا، علماء اور عام مسلمانوں کے علاوہ مذہبی تنظیموں کے کارکنوں نے احتجاج کیا۔ جس کے بعد مجبوراً کارپوریشن کی طرف سے غیر قانونی تعمیرات کے ذمہ دار ممتاز بٹ اور عبدالستار کو نوٹس جاری کیے گئے، لیکن تین دنوں کی مقررہ مدت میں انہوں نے نوٹس کا کوئی جواب نہ دیا۔ بعدازاں ۱۲ مئی کو زیرِ تعمیر قادیانی یادگار کو سربمہر کر دیا گیا۔ لیکن کارپوریشن کے انفورسمنٹ انسپکٹر کے بقول اندر کھاتے قادیانیوں نے تعمیرات جاری رکھیں۔ جس پر عوامی سطح پر بھی غم و غصہ بڑھتا رہا۔ صورت حال کو بھانپتے ہوئے ۱۳ مئی کو اسی انفورسمنٹ انسپکٹر ذکاء اللہ کی طرف سے ایک ایف آئی آر مقامی تھانے ''نیکا پورہ'' میں درج کرائی گئی۔ ذرائع کے مطابق اس ایف آئی آر سے قبل کارپوریشن کے افسروں اور مقامی اے سی پر مشتمل افسروں کی چار رکنی ٹیم نے ایک فیکٹ فائنڈنگ رپورٹ اعلیٰ حکام کو پیش کی تھی، جس میں بتایا گیا تھا کہ قادیانی جماعت کارپوریشن کے قوانین کی خلاف ورزی کرتے ہوئے تعمیرات کر رہی ہے۔ سرکاری زمین پر بھی تعمیرات کی ہیں، نیز نقشے کے بغیر بھی اور نقشے سے متجاوز بھی تعمیرات کی گئی ہیں۔ اسی رپورٹ کی بنیاد پر کارپوریشن نے پہلے ایف آئی آر درج کرائی۔ لیکن مقامی پولیس دس گیارہ دن گزرنے کے باوجود کچھ نہ کر سکی۔ اسی دوران ممتاز بٹ وغیرہ نے اپنی ضمانتیں کروالیں۔ تب جا کر کارپوریشن کے عملے نے رات کو تراویح کے بعد غیر قانونی تعمیر شدہ حصوں کو مسمار کرنے کا فیصلہ کیا اور اپنے عملے کے ساتھ موقع پر پہنچ گئے۔ ذرائع کے مطابق اس سلسلے میں مقامی وکلا برادری نے بھی کلیدی کردار ادا کیا اور انتظامیہ کو مجبور کیا کہ قانون کی بالادستی کے تقاضے پورے کرے اور غیر قانونی تعمیرات کو ختم کرے۔ جب کارپوریشن کا عملہ ناجائز تعمیرات روکنے پہنچا تو عام لوگ بھی وہاں پہنچنا شروع ہو گئے، جنھوں نے سالہا سال سے قادیانی عبادت گاہ کو اسلامی شناخت دینے کے خلاف احتجاج کیا تھا۔ انھوں نے خود ہی متروک قادیانی عبادت گاہ کے مینار اور گنبد کو گرا دیا۔

(مطبوعہ: روزنامہ امت، 26 مئی 2018ء)

found.

پروفیسر خالد جامعی کے ایک مضمون پر تبصرہ

پروفیسر خالد شبیر احمد

جامعہ کراچی سے وابستہ معروف صاحب علم و دانش جناب خالد جامعی جن کے گراں قدر مضامین ملک کے معروف جرائد میں چھپتے رہتے ہیں۔ اُن کا ایک تازہ مضمون میری نظر سے گزرا جو ہمارے ملک کے اندر ہونے والے حالات کے نظریاتی اور فلسفیانہ پس منظر اور اس کے بارے میں علماء و قائدینِ وطن کی ناواقفی کی نقاب کشائی کی ایک انتہائی اہم کوشش ہے۔ اُن کے اس مضمون کا عنوان: ''جدید ریاستوں میں مذہبی جماعتوں اور علماء کی کیا حیثیت ہے''۔ ان کا کہنا ہے کہ جدید ریاست خواہ کہیں کی ہو، اور اس کے باشندے خواہ کوئی سا مذہب رکھتے ہوں، اس ریاست میں مذہبی علوم کے حاملین کی صرف چار حیثیتیں ہیں......

۱۔ ریاستی آلہ کار کی حیثیت	۲۔ مذہب کو سیکولرائز کرنے کے عمل میں نادانستہ حصہ دار
۳۔ پریشر گروپ	۴۔ مذہب کے نام پر مذہبی قوم پرستی کے بلا معاوضہ وکیل

اس ضمن میں وہ اپنے مضمون میں امریکہ کے سب سے بڑے مذہبی پیشوا بلی گراہم کا ذکر کرتے ہوئے لکھتے ہیں کہ:

> ''بلی گراہم (امریکہ کے مشہور عیسائی مبلغ اور مذہبی رہنما) امریکی صدور پر براہ راست اثر انداز ہوئے۔ جمی کارٹر ان سے مذہبی روحانیت حاصل کرتے رہے۔ وہ کارٹر کے مشیر اور دوست بھی تھے۔ نکسن ان کے مرید تھے۔ نکسن کے مقابلے میں جان ایف کینیڈی رومن کیتھولک تھے لہٰذا نکسن کو کامیاب کرانے کے لیے بلی گراہم نے اپنے مذہبی اثر ورسوخ کو استعمال کیا تا کہ ویٹی کن کے اثر کو ناکام کیا جائے۔
>
> رونالڈ ریگن بلی گراہم کو اکثر مہمان کی حیثیت میں مدعو کرتے تھے، بش سینئر نے برکت کے لیے ان کو وائٹ ہاؤس میں آنے اور قیام کرنے کی دعوت دی۔ لیکن امریکن خدا دشمن سیکولر ریاست کو مذہبی بنانے میں بلی گراہم کوئی کردار ادا نہ کر سکے اور امریکی ریاست پر کوئی اثر نہ ڈال سکے۔ کیونکہ جدید ریاست تو اپنی ماہیت و فطرت میں صرف سیکولر اور مذہب دشمن ہوتی ہے۔ وہ صرف آزادی، مساوات اور ترقی کے عقیدوں کو مانتی ہے۔ وہ ہدایت یافتہ انسان تیار نہیں کرتی وہ صرف تعلیم یافتہ انسان تیار کرتی ہے۔ جدید ریاست کا پبلک لا کبھی بھی مذہبی نہیں ہوتا اور نہ ہی ہو

سکتا ہے۔ یورپین ہیومن رائٹس (URHA) نے اس اصول کو طے کر دیا ہے۔ مگر بد قسمتی سے ہمارے علماء ان مباحث سے واقف ہی نہیں ہیں''۔

آگے ایک دوسرے عنوان کے تحت مزید تفصیل اس طرح بیان کرتے ہیں: ''جدید ریاست کا اصل مقصد تعلیم یافتہ، ترقی یافتہ انسان ہیں، ہدایت یافتہ نہیں۔ جدید قومی جمہوری ریاست میں مذہبی تعقل کو غلبہ نہیں مل سکتا، UCHR کا فیصلہ''۔

اس وقت ہمارے ملک کے اندر بھی کم و بیش یہی صورت حال ہے۔ مذہب کو ایک ذاتی معاملہ قرار دے کر ہمارے ملک کے اکثر تبصرہ نگار الیکٹرانک میڈیا پر اسی فلسفے کا اظہار کرتے نظر آ رہے ہیں۔ صورتِ حال اس قدر سنگین ہو گئی ہے کہ کسی بھی خلافِ شرع بات یا عمل کو روکنے کی کوشش کی جائے تو یہ کہہ دیا جاتا ہے کہ یہ ہمارا ذاتی معاملہ ہے اور آپ ہمارے ذاتی معاملات میں دخل نہیں دے سکتے۔ اگر کسی بے نمازی کو کہا جائے کہ تم نماز پڑھا کرو تو وہ یہ جواب دیتا ہے کہ میں نے کبھی آپ سے کہا ہے کہ تم نماز کیوں پڑھتے ہو۔ یہ اُسی فلسفے کا نتیجہ ہے جس کا ذکر مضمون نگار نے اوپر کیا۔ تعلیم، آزادی اور ہیومن رائٹس پر زور دیا جا رہا ہے مگر انھیں ان الفاظ کے معاصر مفاہیم کا کچھ ادراک نہیں ہے، کہ جب یہ لفظ بولے جاتے ہیں تو کیا کیا عقائد و نظریات ان میں مضمرات کی طرح پوشیدہ ہوتے ہیں۔ اب ہمارے دین کے مطابق تو تعلیم یا علم وہ ہے جس کے پڑھنے یا جسے حاصل کرنے کے بعد انسان میں تقویٰ کی خوبی پیدا ہو۔ علامہ اقبال نے کہا ہے۔

وہ علم نہیں زہر ہے احرار کے حق میں
جس علم کا حاصل ہو فقط دو کف جَو

اگر ہمارے ملک کے اندر سپریم کورٹ کو جو اہمیت و حیثیت حاصل ہے وہ شریعت کورٹ کی نہیں ہے تو یہ بھی اسی فلسفہ کی وجہ ہے کہ علماء اور دین کو اپنے مقاصد کی خاطر استعمال کیا جائے اور جہاں وہ استعمال نہ ہو سکیں وہ جس قدر ہو سکے انھیں سیکولر ریاست کے جابرانہ اداروں کی کٹھالی میں گلانے کی کوشش کی جائے۔ شریعت کورٹ کے جس فیصلے میں سود کے بارے میں صراحت سے استرداد کا حکم جاری کیا گیا تھا اور سود کو ختم کرنے کا کہا گیا تھا اُس کے خلاف اپیل سپریم کورٹ میں گئی تو وہیں کی ہو کے رہ گئی ہے۔ کتنا عرصہ ہو گیا ہے سپریم کورٹ اُس کے بارے میں کچھ طے کرنے پر ہی آمادہ نہیں ہو پا رہی۔ ہماری سپریم کورٹ تو ختمِ نبوّت کے منکرین سے یہ تک نہیں پوچھتی کہ آئین کے اس فیصلے کو تم تسلیم کیوں نہیں کرتے جس میں تمھیں غیر مسلم اقلیت قرار دیا گیا ہے۔ تم اس وطن میں رہتے ہو، اس ملک کے شہری ہونے کے سبب تمام حقوق اور فوائد حاصل کرتے ہوئے بھی اس ملک کے آئین کے فیصلے کو تسلیم کیوں نہیں کرتے۔

فاضل مضمون نگار جناب خالد جامعی نے اس بات کو مزید تفصیل کے ساتھ اس طرح بیان کیا ہے:

''ہمارے سادہ لوح علماء کو آئینِ پاکستان اور منشور انسانی حقوق کے بارے میں کچھ

معلوم ہی نہیں ہے۔ پیغام پاکستان میں وہ ریاست کو جہاد کا حق دے رہے ہیں یہ حق تو آئین نے نہیں دیا علماء ماورائے آئین کیسے دے سکتے ہیں وہ تو آئین کے پابند ہیں۔ آئین کے خلاف عمل کیسے کر سکتے ہیں۔ انھوں نے تو کبھی آئین میں شریعت کورٹ کی حقیقت تک نہیں پڑھی، ایسی کم زور اور بے ضرر عدالت سے وہ ابھی تک نفاذِ شریعت کی امید لگائے بیٹھے ہیں۔ جس عدالت کا چیف جسٹس وہ بھی بن سکتا ہے جسے عربی نہیں آتی۔ آصف علی زرداری کے ایک دوست کو چیف جسٹس بنایا گیا تاکہ چیف جسٹس کی مراعات حاصل ہوسکیں، جو نہ شریعت جانتے تھے نہ عربی۔ شریعت کورٹ کے چیف جسٹس کی شرائط ملازمت صدر ریاست جب چاہے تبدیل کر سکتا ہے۔ اسے OSD بنا سکتا ہے، بعد میں ایک ترمیم سے یہ اختیار ختم کیا گیا۔ شریعت کورٹ کے جج کی مدتِ ملازمت صرف تین سال ہے جبکہ تمام عدالتوں کے جج کی مدت ملازمت ریٹائرمنٹ تک ہے۔ علماء کبھی آئینِ پاکستان بھی پڑھ لیں۔ جنرل ضیاء الحق کے زمانے میں شریعت کورٹ کے چیف جسٹس سوڈان کے دورے پر تھے۔ انھیں OSD بنانے کا حکم ملا وہ چیف جسٹس سے OSD ہو گئے۔ کسی جج کو سزا دینی ہو، انعام دینا ہو، ہائی کورٹ سے نکالنا ہو تو اُسے شریعت کورٹ میں بھیج دیا جاتا ہے۔ جنرل مشرف کے زمانے میں سندھ کورٹ کے چیف جسٹس افضل سومرو کے خلاف بے پناہ شکایات ملیں تو سزا کے طور پر شریعت کورٹ بھیج دیا گیا۔ پیپلز پارٹی کے زمانے میں جسٹس شفیع محمد کو ہائی کورٹ سے شریعت کورٹ بھیج دیا گیا۔ شریعت کورٹ اپیلیٹ بینچ میں سپریم کورٹ کے دو جج ہوتے ہیں جو نہ عربی جانتے نہ اسلام۔ لیکن سپریم کورٹ کے کسی بینچ میں کسی عالم دین کو شامل نہیں کیا جاتا۔ سیکولر عدالت کو شریعت کی یا کسی عالمِ دین کی ضرورت نہیں البتہ شریعت عدالت سیکولر ججوں کے بغیر نہیں چل سکتی''۔

آگے عنوان ہے: ''منشورِ انسانی صرف فرد کے حقوق کی ضمانت دیتا ہے اجتماعیت کے حقوق کی نہیں''

''منشور میں صرف اور صرف فرد کی آزادی کی حفاظت دی گئی ہے۔ کسی مذہبی اجتماعیت کے حقوق کی ضمانت نہیں دی گئی۔ کوئی بھی فرد اپنی مذہبی اجتماعیت کے خلاف کھڑا ہو گا تو ریاست فرد کے حق کی حفاظت کرے گی۔ مذہبی، لسانی، ثقافتی اجتماعیت کے حقوق کو کچل دے گی۔ اسی لیے پاکستان کی سپریم کورٹ بھی گھر سے ماں باپ کی عزت، مال و دولت، سامان، خاندان کے وقار کو لوٹ لے جانے والی لڑکی کے خلاف کوئی مقدمہ نہیں بناتی، اس کو نہیں پکڑتی نہ اُس سے یا اس کے آشنا سے کبھی پوچھتی ہے کہ تم نے اسلام عفت، حیا، شرم کی اقدار کو پامال کیا۔ اپنے ماں باپ،

خاندان کی عزت کا خاتمہ کیا۔ کیونکہ ''ہیومن رائٹس'' صرف فرد کے ہیں۔ ان میں عزت، حرمت، عصمت، خاندان، مذہب، روایات کا کوئی تحفظ نہیں نہ ان کا ذکر ہے۔ ہر فرد آزاد ہے جو چاہے کر گزرے۔ ''ہیومن رائٹس'' کسی اخلاقیات، اقدار کے قائل نہیں، یہ سب آزادی کی راہ کی رکاوٹیں ہیں۔ لہٰذا سپریم کورٹ صرف لڑکی اور اس لڑکی کے عاشق کے بھاگنے کے حق کو تحفظ دیتی ہے۔ اس لڑکی کے ماں باپ، خاندان، اقدار، روایات، اخلاقیات اور اسلامی اجتماعیت کے حقوق کی حفاظت نہیں کرتی۔ کیونکہ ''منشورِ انسانی حقوق'' میں کسی مذہبی، تاریخی، نسلی، لسانی، ثقافتی اجتماعیت کے حقوق ہی نہیں ہوتے۔ منشور میں صرف فرد کے حقوق ہیں۔ یہ منشور کسی اجتماعیت کا قائل ہی نہیں ہے۔ یہ آزادی کے عقیدے کی بات کرتا ہے۔ آزادی فرد کی ہوتی ہے لہٰذا حقوق بھی فرد کے ہوتے ہیں۔ اجتماعیت فرد نہیں لہٰذا اس کے کوئی حقوق نہیں۔ اگر ماں باپ، خاندان، قبیلہ بھاگنے والی لڑکی کی آزادی میں مداخلت کرے تو سپریم کورٹ سب کو گرفتار کرنے کا حکم دے گی۔ کیونکہ یہ دوسرے کی آزادی میں مداخلت ہے۔ لڑکی، اُن کی بیٹی، بہن نہیں، دوسرا Other ہے وہ تنہا Indevidual وجود ہے۔ جو چاہے کرے۔

یورپین کورٹ آف ہیومن رائٹس کے سو سے زیادہ مقدمات کے فیصلوں میں لکھا گیا ہے کہ کسی فرد کی مذہبی آزادی کا مطلب صرف یہ ہے کہ وہ فرد اس منشور کے مطابق اپنی مذہبی آزادی کو استعمال کرے گا۔ مذہب کا صرف وہ حصہ قابلِ عمل ہے جو آزادی کے عقیدے سے ہم آہنگ ہو، لیکن اگر فرد کا مذہب انسانی منشور کے خلاف کوئی حکم دیتا ہے تو مذہب کے اس حکم کو انسانی حقوق کا منشور برداشت نہیں کرے گا یعنی فرد کی مذہبی آزادی صرف ''منشورِ انسانی حقوق'' کے تابع ہے۔ منشورِ انسانی حقوق آپ کے مذہب کے تابع نہیں ہے''۔

یہ صورتِ حال ہے کبھی تو اس پر سوچا جائے کہ ہم کہاں سے چلے تھے اور کہاں آ گئے ہیں۔ یہاں پر نان ایشوز پر مباحثے زوروں پر ہیں، وہاں اسلام دشمن کیا چالیں چل رہے ہیں، انھیں کوئی قابلِ توجہ ہی نہیں گردانتا۔ یہ صورت حال کہاں تک ہمیں لے جائے گی۔ ہماری سپریم کورٹ اس پر بھی کچھ غور کرے کہ ملک اسلام کے نام پر وجود میں آیا تھا اور یہ فلسفہ اسلام کے راستے کی سب سے بڑی رکاوٹ ہے۔

زکوٰۃ کے مسائل

دارالافتاء جامعہ فاروقیہ کراچی

زکوٰۃ کن چیزوں پر فرض ہے؟

سوال: کن کن چیزوں پر زکوٰۃ فرض ہوتی ہے؟

جواب: مندرجہ ذیل چیزوں پر زکوٰۃ فرض ہے۔

(۱) سونا جب ساڑھے سات تولہ (87.479 گرام) یا اس سے زیادہ ہو۔

(۲) چاندی جب ساڑے باون تولہ (612.35 گرام) یا اس سے زیادہ ہو۔

(۳) نقد روپیہ اور مالِ تجارت، بشرطیکہ مال تجارت کی قیمت چاندی کے نصاب (ساڑھے باون تولہ چاندی) کے برابر ہو۔

مال تجارت سے مراد وہ چیزیں ہیں جن کو خریدتے وقت آگے بیچ کر نفع کمانے کا ارادہ ہو اور اب تک بیچنے کی نیت بھی برقرار رہو، لہٰذا مکان، پلاٹ یا دیگر سامان جو بیچنے کے لیے خریدے گئے ہوں اور اب بھی یہی ارادہ ہو تو ان پر زکوٰۃ فرض ہوگی، ہاں اگر یہ سامان ذاتی استعمال کے لیے ہو، یا مکان اس نیت سے خریدا ہو کہ کرایہ پر دے کر نفع حاصل کریں گے تو ان صورتوں میں زکوٰۃ فرض نہ ہوگی۔

(۴) مذکورہ بالا اشیاء کے مجموعے پر یعنی کسی کے پاس کچھ سونا ہے، کچھ چاندی ہے، تھوڑے سے نقد پیسے ہیں اور کچھ مال تجارت ہے اور ان سب کی مجموعی مالیت چاندی کے نصاب (ساڑھے باون تولہ) کے برابر ہے تو اس پر زکوٰۃ فرض ہے۔

واضح رہے کہ سونا، چاندی اور مال تجارت کا چالیسواں حصہ (یعنی ڈھائی فیصد) زکوٰۃ دینا ضروری ہے۔

(۵) چرنے والے مویشیوں پر بھی زکوٰۃ فرض ہوتی ہے، اونٹ، گائے، بھیڑ اور بکری، ہر ایک کا الگ مستقل نصاب ہے، مقامی علمائے کرام سے پوچھ کر اس پر عمل کیا جائے۔

(۶) زمین سے جو پیداوار حاصل ہوتی ہے اس پر ''عشر'' کی ادائیگی فرض ہوتی ہے، اگر زمین بارش کے پانی سے سیراب کی گئی ہے تو دسواں حصہ اور اگر کنویں (ٹیوب ویل) کے پانی سے یا نہری پانی خرید کر سیراب کی گئی ہے تو بیسواں حصہ عشر میں دینا فرض ہے۔

(۷) فیکٹریوں، ملوں اور کارخانوں کے شیئرز پر بھی زکوٰۃ فرض ہے بشرطیکہ ان کی قیمت چاندی کے نصاب (ساڑھے باون تولہ) کے برابر ہو۔ مشینری، فرنیچر اور استعمال کی چیزوں پر زکوٰۃ فرض نہیں۔

زیورات پر زکوٰۃ:

سوال: (۱) سونے اور چاندی کے زیورات پر زکوٰۃ فرض ہوتی ہے یا نہیں؟

(۲) عورت جو زیورات استعمال کرتی ہے اس میں کچھ زیورات والدین کی طرف سے ہوتے ہیں اور کچھ شوہر کی طرف سے تو ان زیورات کی زکوٰۃ کون ادا کرے؟ والدین، شوہر یا عورت؟

(۳) زیورات کی زکوٰۃ کب ادا کرنا فرض ہے؟

جواب: (۱) سونا اور چاندی سے بنی ہوئی چیز اگر نصاب کے برابر ہو تو اس پر زکوٰۃ فرض ہوتی ہے، مثلاً زیور، برتن، سونے اور چاندی کے بٹن وغیرہ، چاہے استعمال کرنے کے لیے ہوں یا تجارت کی نیت سے رکھے ہوئے ہوں یا کسی کو تحفے میں دینے کے لیے ہوں۔

(۲) والدین اور شوہر کی فرف سے دیے گئے زیورات اگر عورت کو ملکیت کے طور پر دیے گئے ہیں تو ان کی زکوٰۃ عورت پر فرض ہے والدین اور شوہر پر نہیں ہاں اگر والدین اور شوہر خوشی سے بیوی کے کہنے پر بیوی کی طرف سے زکوٰۃ ادا کریں تو زکوٰۃ ادا ہو جائے گی۔ اور اگر صرف پہننے کے لیے والدین یا شوہر کی طرف سے عاریت کے طور پر دیے گئے ہیں تو والدین اور شوہر پر زکوٰۃ ادا کرنا فرض ہے۔

(۳) عورت جس دن صاحب نصاب ہو جائے اس وقت سے چاند کے بارہ قمری مہینے گزرنے پر زکوٰۃ فرض ہو جاتی ہے۔

گزشتہ برسوں کی زکوٰۃ ادا کرنے کا طریقہ:

سوال: اگر کئی سال سے زیورات کی زکوٰۃ ادا نہیں کی گئی ہے تو اب کس طرح زکوٰۃ ادا کی جائے؟

جواب: گزشتہ سالوں کی زکوٰۃ ادا کرنے کا طریقہ یہ ہے کہ سونے اور چاندی کی جو مقدار پہلے سال تھی اس کا چالیسواں حصہ زکوٰۃ میں دیا جائے، پھر دوسرے سال چالیسواں حصے کی مقدار منہا کر کے بقیہ کا چالیسواں حصہ زکوٰۃ میں دیا جائے۔ اسی طرح ہر سال کا حساب لگا کر باقی ماندہ کا چالیسواں حصہ زکوٰۃ میں دیا جائے۔

بیٹی کے لیے رکھے ہوئے زیورات پر زکوٰۃ:

سوال: بیٹی کو جہیز میں دینے کے لیے والدین کے پاس جو سونا اور چاندی موجود ہے اس پر زکوٰۃ فرض ہے یا نہیں؟ اگر

فرض ہے تو والدین پر یا لڑکی پر؟

جواب: اگر والدین نے بیٹی کو زیورات کا مالک بنا دیا ہے اور بیٹی بالغہ ہے تو سال گزرنے کے بعد اس پر زکوٰۃ فرض ہے اور اگر نا بالغہ ہے تو اس پر زکوٰۃ فرض نہیں، بیٹی کو اگر مالک نہیں بنایا گیا ہے تو زیورات والدین کی ملکیت شمار ہوں گے اور والدین پر زکوٰۃ فرض ہوگی۔

قیمت فروخت کے مطابق زکوٰۃ ادا کرنا:

سوال: سونا، چاندی اور تجارت کی چیزوں کی قیمت خرید کا اعتبار کر کے زکوٰۃ کی جائے یا قیمت فروخت کا اعتبار کر کے؟

جواب: قیمت فروخت (یعنی زکوٰۃ فرض ہونے کے دن بازار کی قیمت) کے اعتبار سے زکوٰۃ ادا کی جائے۔

ضرورت سے زائد چیزوں پر زکوٰۃ:

سوال: ہمارے علاقے میں شادی کے موقع پر عورت کے جہیز کے سامان میں ایسے برتن اور ایسے بستر موجود ہوتے ہیں جن کے استعمال کی ضرورت بالکل نہیں ہوتی، نیز شادی بیاہ کے وقت عورت کے پاس چالیس سے پچاس تک کپڑوں کے جوڑے موجود ہوتے ہیں اور اس کے ساتھ ساتھ شوکیس اور الماری بھی موجود ہوتی ہے، کیا اس عورت پر زکوٰۃ قربانی فرض ہے؟

جواب: زیورات کے علاوہ استعمال کی چیزوں پر زکوٰۃ نہیں خواہ وہ ضرورت سے زائد ہوں البتہ اگر ضروریات اصلیہ سے زائد چیزوں کی قیمت نصاب زکوٰۃ کے برابر ہے تو مذکورہ عورت پر قربانی اور صدقہ فطر لازم ہے زکوٰۃ واجب نہیں اور اس نصاب پر سال کا گزرنا شرط نہیں۔

لیکن سونا چاندی، نقدی، سامانِ تجارت یا زیورات اگر بقدر نصاب ہوں اور ان پر سال گزر جائے تو ہر صورت میں زکوٰۃ فرض ہے خواہ وہ زیر استعمال ہوں یا نہ ہوں۔

گاڑی کی کمائی پر زکوٰۃ:

سوال: ۱: ایک شخص نے تقریباً 20 لاکھ روپے کی ایک گاڑی کمائی کے لیے خریدی تو ان 20 لاکھ روپے (جن سے گاڑی خریدی) پر زکوٰۃ ہے یا نہیں؟

۲: یہی گاڑی جو کمائی کے لیے خریدی گئی اگر اچھے داموں میں بکتی ہے تو یہ شخص اس کو بیچتا بھی ہے، یعنی ایک لحاظ سے اس نے یہ گاڑی کمائی کے لیے خریدی ہے اور دوسرے لحاظ سے اگر اس کو بیچنے میں فائدہ ہو تو پھر بیچتا بھی ہے تو آیا اس میں زکوٰۃ ہے یا نہیں؟

۳: اسی گاڑی سے جو کمائی کی جاتی ہے وہ گھر کے تمام اخراجات سے زیادہ ہے یعنی اس گاڑی کی کمائی

کو یہ آدمی جمع کرتا ہے تو اس صورت میں گاڑی کے 20 لاکھ میں زکوٰۃ ہے یا نہیں؟

جواب: تینوں صورتوں میں گاڑی کی اصل قیمت (جو 20 لاکھ ہے) پر زکوٰۃ نہیں، اس لیے کہ گاڑی حصول نفع کا آلہ اور ذریعہ ہے۔ البتہ گاڑی کی کمائی جب نصاب زکوٰۃ کو پہنچ جائے تو اس پر زکوٰۃ فرض ہوگی۔

رشتہ داروں کو زکوٰۃ دینا:

سوال: رشتہ داروں میں سے کس کو زکوٰۃ دینا درست ہے کس کو نہیں؟

جواب: والدین کا اپنی اولاد کو اور اولاد کا اپنے والدین کو زکوٰۃ دینا درست نہیں، اسی طرح میاں بیوی بھی ایک دوسرے کو زکوٰۃ نہیں دے سکتے، ان کے سوا باقی رشتہ دار مثلاً بھائی، بہن، چچا، ماموں، خالہ وغیرہ کو زکوٰۃ دینا جائز ہے بلکہ اس میں دگنا ثواب ہے ایک ثواب زکوٰۃ دینے کا اور دوسرا صلہ رحمی کا۔

ائمہ مساجد کو زکوٰۃ دینا:

سوال: ہمارے ہاں مساجد میں ائمہ حضرات کو اس شرط پر مقرر کیا جاتا ہے کہ ان کو تنخواہ نہیں دیں گے بلکہ ان سے طے کیا جاتا ہے کہ آ کو زکوٰۃ دیں گے، فطرانہ دیں گے اور بقرہ عید کے موقع پر چرم قربانی (یعنی کھال) دیں گے، ائمہ مساجد کا ان چیزوں پر راضی ہوکر ان کو وصول کرنا شرعی نقطہ نظر سے کیسا ہے؟

جواب: ائمہ مساجد کو زکوٰۃ، صدقات واجبہ بطور تنخواہ دینا اور لینا دونوں جائز نہیں، اگر کسی نے ان کو زکوٰۃ یا صدقات واجبہ بطور تنخواہ دے دیے تو اس کی زکوٰۃ ادا نہیں ہوئی، اس لیے کہ اگر یہ ائمہ غنی اور صاحب نصاب ہیں تو تمام کتب فقہ میں تصریح موجود ہے کہ غنی کو زکوٰۃ دینا درست نہیں، اگر صاحب نصاب نہ ہوں، تو عدم جواز کی وجہ یہ ہے کہ ان کو امامت کے عوض اجرت میں زکوٰۃ وصدقات واجبہ دیے جارہے ہیں، جبکہ زکوٰۃ وصدقات واجبہ کسی کو چیز کے عوض اور اجرت میں دینا جائز نہیں، زکوٰۃ ادا ہونے کے لیے شرط یہ ہے کہ دینے والے کی کوئی منفعت اس مال سے متعلق نہ ہو۔

مال زکوٰۃ کا گم ہوجانا:

سوال: میں نے زکوٰۃ کے پیسے رمضان کے مہینے میں نکالے تھے، اس میں سے مستحق لوگوں کو روپیہ دے رہا تھا اور وہ پیسے دکان پر رکھے تھے ایک تھیلی کے اندر اور اندازاً 2000 روپے اس میں موجود تھے، اب وہ تھیلی دکان میں نہیں مل رہی یا تو ملازم نے چوری کرلی یا کوئی اور بات ہوگئی ہے۔ آپ بتائیں کہ جو زکوٰۃ کے روپے دکان سے غائب ہوئے ہیں وہ مجھے دوبارہ دینے ہیں یا میری زکوٰۃ ادا ہوگئی ہے؟

جواب: زکوٰۃ کی رقم میں سے جتنی مقدار فقیروں کو دی گئی ہے، زکوٰۃ کی اتنی مقدار ادا ہوگئی باقی جتنی رقم گم ہوگئی ہے اتنی

ہی رقم دوبارہ دینا ضروری ہے محض زکوٰۃ کی رقم الگ کرنے سے زکوٰۃ ادا نہیں ہوگی۔

پیشگی زکوٰۃ دینا:

سوال: مجھے معلوم یہ کرنا ہے کہ رمضان کے مہینہ میں زکوٰۃ نکالنی ہے اور اس کے لیے میں بہت پریشان ہوں اور زکوٰۃ بھی لازمی نکالنی ہے، لہٰذا زکوٰۃ کس طرح نکالی جائے؟ زکوٰۃ پیشگی بھی دی جاسکتی ہے یا نہیں؟

جواب: پیشگی زکوٰۃ دینا جائز ہے اور زکوٰۃ کے ادا کرنے کے لیے شریعت نے رمضان یا کوئی دوسرا مہینہ مقرر نہیں کیا بلکہ جس وقت سے نصاب کا مالک ہوا اسی وقت سے سال پورا ہونے پر زکوٰۃ فرض ہوتی ہے اس میں بہتر یہ ہے کہ فوراً زکوٰۃ ادا کردی جائے لیکن اگر زکوٰۃ ادا کرنے میں تاخیر کردی تو بھی زکوٰۃ ادا ہوجائے گی۔

زکوٰۃ پہنچانے کا کرایہ مدزکوٰۃ سے دینا:

سوال: ایک شخص کتابوں کا کاروبار کرتا ہے، سال پورا ہونے پر کتابوں ہی کو زکوٰۃ میں ادا کرنا چاہتا ہے زکوٰۃ کی مد کی کتابیں دینی مدرسہ میں دینا چاہتا ہے، دریافت طلب امر یہ ہے کہ مدرسہ تک پہنچانے کے لیے جو کرایہ لگے گا وہ بھی زکوٰۃ کی مد میں سے دے سکتا ہے یا نہیں؟

جواب: زکوٰۃ کے لیے ضروری ہے کہ رقم مستحق زکوٰۃ کو مالکانہ طور پر تملیکاً بلاعوض دی جائے اور مال زکوٰۃ کو کرایہ میں دینا تملیک بلاعوض نہیں ہے، لہٰذا مال زکوٰۃ سے کرایہ ادا کرنا جائز نہیں۔

البتہ یہ صورت ہوسکتی ہے کہ آپ جس ادارے یا فرد کو کتابیں دینا چاہتے ہیں اس کے کسی آدمی کو بلا کر اور کتابوں میں سے کچھ کم کرکے اس کی جگہ کرایہ کی رقم کے بقدر مدزکوٰۃ میں سے اسے دے دیں، وہ اپنے قبضے میں لے کر کرایہ پر خرچ کرے، یا کتابیں کچھ رقم کے ساتھ کسی کے ساتھ بھیج دیں وہ مستحق فرد دونوں چیزیں وصول کرکے پھر اسی رقم کو کرایہ میں ادا کردے۔

ہسپتال میں زکوٰۃ کا پیسہ لگانا:

سوال: کیا کسی خیراتی ہسپتال میں زکوٰۃ کی رقم اس طرح استعمال کرنا جائز ہے کہ اس رقم سے دوائیں خرید کر مریضوں کو مفت دی جائیں ہسپتال کا عملہ اور ڈاکٹروں کو اس سے تنخواہ اور دیگر ہسپتال کی ضروریات پوری کی جائیں؟

نیز ایسے ہسپتال کو زکوٰۃ دینا جائز ہے یا نہیں جہاں زکوٰۃ مذکورہ بالا طریقہ پر استعمال ہوتی ہو؟

جواب: مذکورہ صورتوں میں صرف پہلی صورت میں زکوٰۃ ادا ہوجاتی ہے یعنی زکوٰۃ کی رقم سے دوائیں خرید کر مستحق مریضوں کے درمیان مفت تقسیم کی جائیں، مال زکوٰۃ سے ہسپتال کی تعمیر اور اس کے لیے آلات خریدنا ڈاکٹروں کو فیس اور

ہسپتال کے عملہ وغیرہ کو تنخواہیں دینا جائز نہیں۔

البتہ اگر زکوٰۃ کی رقم پہلے مستحق مریضوں کو دی جائے پھر مریض ہسپتال والوں کے واجبات اس سے ادا کریں تو ہسپتال کے منتظمین جہاں چاہیں اس کو استعمال کر سکتے ہیں۔

بی سی پر زکوٰۃ دینے کا طریقہ:

سوال: کیا فرماتے ہیں علمائے کرام اس مسئلے کے بارے میں کہ بی سی پر زکوٰۃ کا طریقہ کار کیا ہوگا؟

جواب: بی سی کی حقیقت قرض کی سی ہے کہ مثلاً دس آدمی باہمی رضامندی سے ماہانہ ایک ایک ہزار روپے جمع کرتے ہیں اور یہ طے کرتے ہیں کہ ہر مہینہ ایک آدمی کو جمع شدہ رقم دی جائے گی اور آدمی کی تعیین قرعہ کے ذریعہ سے پہلے ہی کر لیتے ہیں کہ اس مہینہ فلاں آدمی ہے اور آئندہ دوسرا، اسی طرح دس کے دس مکمل ہو جاتے ہیں۔

اس سے یہ واضح ہوا کہ ہر آدمی بی سی ملنے سے پہلے قرض دینے والا ہوتا ہے اور بی سی ملنے کے بعد قرض لینے والا ہوتا ہے، مثلاً ایک آدمی کی باری پانچویں مہینہ میں آئی تو اب وہ آدمی پانچ مہینہ تک دوسروں کو قرض دے رہا تھا اور اب پانچویں مہینہ میں بی سی ملنے کے بعد وہ پانچ ہزار کا مقروض ہو جائے گا بقیہ دسویں مہینہ تک۔

اب بی سی پر زکوٰۃ کا طریقہ کار یہ ہوگا کہ جس دن اس شخص کی زکوٰۃ کا سال پورا ہوتا ہے، مثلاً یکم رمضان، اس دن اگر وہ بی سی وصول کر چکا ہے تو جتنے مہینوں کی رقم ادا کرنی باقی ہے اتنی رقم کے بقدر مقروض ہے اس قرض کو اپنے دوسرے قابل زکوٰۃ مال سے نکال کر بقیہ کی زکوٰۃ ادا کرے، اگر اس دن تک اس نے بی سی وصول نہیں کی تو جتنے پیسے وہ بی سی میں جمع کر رہا ہے گویا اس نے دوسروں کو قرض دیے ہیں جو یہ اپنے وقت پر وصول کر لے گا، بی سی وصول کرنے کے بعد اس میں سے جتنی رقم آئندہ بی سی میں بھرنی ہے اس کو نکال کر باقی کی زکوٰۃ ادا کرے گا۔

(ماہنامہ ''الفاروق'' کراچی، ص: ۲۳، ۲۷)

not found.

مولانا اعجاز صمدانی

نقشہ برائے ادائیگی زکوٰۃ

(الف) وہ اثاثے جن پر زکوٰۃ واجب ہے:

(۱) سونا (خواہ کسی شکل میں ہو) -- مثلاً اِس کی قیمت:- 50,000/-

(۲) چاندی (خواہ کسی شکل میں ہو) -- // ----------- 10,000/-

(۳) مالِ تجارت یعنی بیچنے کی حتمی نیت سے خریدا ہوا مال، مکان، زمین (۱) ------------------ 300,000/-

(۴) بینک میں جمع شدہ رقم -- 100,000/-

(۵) اپنے پاس موجود نقد رقم --- 100,000/-

(۶) ادھار رقم (جس کے ملنے کا غالب گمان ہو)

خواہ نقد رقم کی صورت میں دی ہو یا مالِ تجارت بیچنے کی وجہ سے واجب ہوئی ہو ------------- 50,000/-

(۷) غیر ملکی کرنسی (موجودہ ریٹ سے) -- 10,000/-

(۸) کمپنی کے شیئرز جو تجارت (Capital Gain) کی نیت سے خریدے ہوں۔

ان کی پوری قیمت (موجودہ مارکیٹ ویلیو) --- 50,000/-

(۹) جو شیئرز نفع (Dividend) کی غرض سے خریدے گئے، ان میں کمپنی کے ناقابل زکوٰۃ اثاثے (Operating Assets) جیسے بلڈنگ، مشینری وغیرہ کو منہا کیا جاسکتا ہے۔

(اور بہتر یہ ہے کہ احتیاطاً ان کی پوری قیمت لگائی جائے) ------------------------------- 50,000/-

(۱۰) بچت سرٹیفکیٹ جیسے FEBC, NDFC, NIT (صرف اصل رقم پر زکوٰۃ ہوگی) (۲) --- 100,000/-

(۱۱) کسی جگہ اپنی امانت رکھوائی ہوئی رقم، سونا، چاندی، مال تجارت ------------------------ 10,000/-

(۱۲) کمیٹی (بیسی) میں اپنی جمع شدہ رقم۔ (جبکہ بیسی وصول نہ ہوئی ہو) ---------------------- 10,000/-

---

(۱) اگر بیچنے کی نیت نہ ہو بلکہ کرایہ پر دے کر کمانے کی نیت ہو یا ویسے ہی سرمایہ محفوظ کرنے کے لیے کوئی جائیداد خریدی تو زکوٰۃ واجب نہ ہوگی۔

(۲) اگرچہ موجودہ حالات میں ان کا خریدنا جائز نہیں۔

(۱۳) خام مال جو مصنوعات بنا کر فروخت کرنے کے لیے خریدا گیا------------------------- 200,000/-

(۱۴) تیار شدہ مال کا اسٹاک-- 20,000/-

(۱۵) کاروبار میں شراکت کے بقدر حصہ (قابل زکوٰۃ اثاثوں کی مالیت مع نفع)---------------- 50,000/-

کل مالِ زکوٰۃ کی مالیت رقم کی شکل میں--------- 11,10,000/-

(ب) جو رقم منہا کی جائے گی:

(۱) واجب الاداء قرضہ (۱)----------------------------------- مثلاً ------------------- 10,000/-

(۲) کمیٹی (بیسی) کے بقایا جات۔ (اگر یہ کمیٹی مل چکی ہو)---------- // ----------------- 100,000/-

(۳) یوٹیلیٹی بلز جو زکوٰۃ نکالنے کی تاریخ تک واجب ہو چکے ہوں------ // -------------------- 10,000/-

(۴) پارٹیوں کی ادائیگیاں جو ادا کرنی ہوں----------------------- // ------------------ 100,000/-

(۵) ملازمین کی تنخواہیں، جو زکوٰۃ نکالنے کی تاریخ تک واجب ہو چکی ہوں------------------ 100,000/-

(۶) گزشتہ سال کی زکوٰۃ کی رقم، اگر ابھی تک ذمہ باقی ہو---------------------------------- 10,000/-

(۷) قسطوں پر خریدی ہوئی چیز کی واجب الاداء قسطیں------------------------------------ 10,000/-

---

وہ کل رقم جو منہا کی جائے گی---------- 3,80,000/-

کل مالِ زکوٰۃ (رقم)-------------- 11,10,000/-

وہ رقم جو منہا کی جائے گی------------ 3,80,000/--

وہ رقم جس پر زکوٰۃ واجب ہے--------- 7,80,000/-

مقدار زکوٰۃ: (قابلِ زکوٰۃ رقم کو چالیس پر تقسیم کریں)------------ 18,250/-

__نوٹ:__ یہاں تمام رقوم کو بذریعہ مثال واضح کیا گیا ہے۔ آپ اپنے اموال کی حقیقی قیمت درج کر کے مندرجہ بالا طریقہ اختیار کریں۔ آپ ان اموال کی قیمت درج فرمائیں جو آپ کے پاس موجود ہوں اور مذکورہ نمونے کے مطابق زکوٰۃ کا حساب نکالیں۔

---

(۱) البتہ وہ بڑے بڑے پیداواری قرضے جن سے ناقابلِ زکوٰۃ اموال خریدے جائیں، منہا نہ ہوں گے۔ (اسلام اور جدید معیشت و تجارت ص ۹۴)

اعتکاف کے مسائل

ڈاکٹر مفتی عبدالواحد مدظلہٗ

اعتکاف کی اقسام: اعتکاف کی تین قسمیں ہیں: واجب، مسنون اور نفل۔

اعتکاف واجب: واجب وہ ہے جس کی نذر کی جائے۔ نذر خواہ غیر مشروط ہو۔ جیسے کوئی شخص بغیر کسی شرط کے اعتکاف کی نذر کرے یا مشروط جیسے کوئی شخص یہ شرط کرے کہ اگر میرا فلاں کام ہوجائے گا تو میں اعتکاف کروں گا۔

مسنون اعتکاف: یہ سنت مؤکدہ ہے۔ رمضان کے اخیر عشرہ میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے بالالتزام اعتکاف کرنا احادیث صحیحہ میں منقول ہے۔ مگر یہ سنت مؤکدہ بعض کے کر لینے سے سب کے ذمہ سے اتر جائے گی۔

نفل یا مستحب: مستحب یہ ہے کہ ماہ رمضان کے اخیر عشرہ کے سوا اور کسی زمانہ میں خواہ رمضان کا پہلا، دوسرا عشرہ ہو یا اور کوئی مہینہ ہو اعتکاف کیا جائے۔

مطلق اعتکاف کی شرائط:

۱۔ اعتکاف خواہ واجب ہو یا سنت ہو یا نفل ہو اس میں اعتکاف کی نیت شرط ہے۔ اعتکاف کے قصد وارادہ کے بغیر مسجد میں ٹھہر جانے کو اعتکاف نہیں کہتے۔ لہٰذا اگر نیت کے بغیر اعتکاف کرے گا تو بالاتفاق جائز نہیں۔

چونکہ نیت کے صحیح ہونے کے لیے نیت کرنے والے کا مسلمان ہونا اور عاقل ہونا شرط ہے اس لیے عقل اور اسلام کا شرط ہونا بھی نیت کے ضمن میں آ گیا۔

۲۔ جنابت سے اور حیض ونفاس سے پاک ہونا۔

۳۔ مسجد میں ٹھہرنا خواہ اس مسجد میں پنج وقتہ نمازیں جماعت سے ہوتی ہوں یا نہیں البتہ افضل اس مسجد میں ہے جس میں جماعت ہوتی ہو۔

مسئلہ: افضل ترین اعتکاف مکہ مکرمہ کی مسجد حرام میں ہے۔ اس کے بعد مسجد نبوی میں پھر مسجد اقصیٰ میں اس کے بعد کسی بھی جامع مسجد میں یعنی جہاں جمعہ پڑھایا جاتا ہو۔ اس کے بعد محلّہ کی اس مسجد میں جہاں جمعہ نہ ہوتا ہو۔

۴۔ روزہ کی شرط:

مسئلہ: اگر ایسی مسجد میں اعتکاف کرے جہاں پانچوں وقت نماز نہیں ہوتی تو جماعت سے نماز پڑھنے کے لیے دوسری مسجد میں جا سکتا ہے۔

مسئلہ: اعتکاف واجب کے لیے روزہ شرط ہے۔ جب کوئی شخص اعتکاف کرے تو اس کو روزہ رکھنا بھی ضروری ہوگا۔ بلکہ اگر یہ بھی نیت کرے کہ میں روزہ نہیں رکھوں گا تب بھی اس کو روزہ رکھنا لازم ہوگا۔ اسی وجہ سے اگر کوئی شخص رات کے اعتکاف کی نیت کرے تو وہ لغو سمجھی جائے گی کیونکہ رات روزے کا وقت نہیں۔ ہاں اگر رات دن دونوں کی نیت کرے

یا صرف کئی دنوں کی تو پھر رات ضمناً داخل ہو جائے گی اور رات کو بھی اعتکاف کرنا ضروری ہوگا۔ روزہ کا خاص اعتکاف کے لیے نہ رکھنا بھی کافی ہے۔ مثلاً کوئی شخص رمضان میں اعتکاف کی نذر کرے تو رمضان کا روزہ اس اعتکاف کے لیے بھی کافی ہے۔ ہاں اس روزے کا واجب ہونا ضروری ہے۔ نفل روزہ اس کے لیے کافی نہیں۔ مثلاً کوئی شخص نفل روزہ رکھے اور اس کے بعد اسی دن اعتکاف کی نذر کرے تو صحیح نہیں۔ اگر کوئی شخص پورے رمضان کے اعتکاف کی نذر کرے اور اتفاق سے رمضان میں نہ کر سکے تو کسی اور مہینے میں اس کے بدلے کر لینے سے اس کی نذر پوری ہو جائے گی مگر مسلسل روزے رکھنا اور ان میں اعتکاف کرنا ضروری ہوگا۔

اعتکاف مسنون میں اگر چہ عام حالت میں تو روزہ ہوتا ہی ہے لیکن پھر بھی اس اعتکاف کے صحیح ہونے کے لیے روزہ ہونا شرط ہے۔

نفلی اعتکاف میں معتمد علیہ قول یہ ہے کہ اس کے لیے روزہ شرط نہیں۔

مقدار اعتکاف:

مسئلہ: اعتکاف واجب کم سے کم ایک دن ہوسکتا ہے اور زیادہ جس قدر نیت کرے اور اعتکاف مسنون ایک عشرہ کا۔ اس لیے کہ اعتکاف مسنون رمضان کے اخیر عشرہ میں ہوتا ہے اور اعتکاف مستحب کے لیے کوئی مقدار مقرر نہیں ہے ایک منٹ بلکہ اس سے بھی کم ہوسکتا ہے۔

مسئلہ: اعتکاف میں بلوغت شرط نہیں ہے لہٰذا سمجھدار بچہ بھی اعتکاف کرے تو درست ہے۔

مسجد سے کن ضرورتوں کے لیے نکل سکتا ہے:

تنبیہ (۱): جس ضرورت کے لیے نکلنا جائز ہے اس کے لیے جب نکلے تو اس سے فارغ ہونے کے بعد وہاں نہ ٹھہرے اور جہاں تک ممکن ہو ایسی جگہ اپنی ضرورت رفع کرے جو اس مسجد سے قریب ترین ہو مثلاً اگر مسجد کے ساتھ کوئی بیت الخلاء بنا ہوا ہے اور وہاں قضائے حاجت کرنا ممکن ہے تو اس میں قضائے حاجت کرنا چاہیے کہیں اور جانا درست نہیں۔

تنبیہ (۲): چونکہ اعتکاف کے لیے ضروری ہے کہ معتکف مسجد میں ٹھہرے اور بلا ضرورت باہر نہ نکلے تو ضروری ہے کہ مسجد کا مطلب معلوم ہو۔

عام بول چال میں تو مسجد کے پورے احاطے کو مسجد ہی کہتے ہیں لیکن شرعی اعتبار سے مسجد (یعنی سجدے اور عبادت کی جگہ) صرف وہ حصہ ہوتا ہے جو نماز پڑھنے کے لیے مقرر کیا گیا ہو۔ باقی وضو خانہ، غسل خانے، استنجاء کی جگہ، امام کا کمرہ، سامان رکھنے کا کمرہ وغیرہ یہ مسجد کی ضروریات اور ملحقات ہیں خود مسجد نہیں ہیں۔

بعض مساجد میں اصل مسجد کے بالکل ساتھ بچوں کو پڑھانے کے لیے جگہ بنائی جاتی ہے۔ اس جگہ کو بھی جب تک بانی مسجد نے مسجد قرار نہ دیا ہو۔ وہ شرعی مسجد میں داخل نہیں بلکہ اس کے ملحقات میں ہے۔

معتکف کے لیے ضروری ہے کہ وہ نماز کے لیے مقرر کیے ہوئے حصہ سے بلا شرعی عذر کے باہر نہ نکلے اور ملحقات میں بھی نہ جائے کہ اس سے اعتکاف ٹوٹ جاتا ہے۔

وہ ضرورتیں جن کے لیے مسجد سے نکلنا معتکف کے لیے جائز ہے دو قسم کی ہیں:

طبعی ضرورتیں: جیسے پیشاب، پاخانہ اوران دونوں کے متعلقات یعنی استنجاء، وضو اور اگر احتلام ہو جائے تو غسل کرنا۔

شرعی ضرورتیں: جیسے اذان دینے کے لیے نکلنا اور جمعہ کی نماز کے لیے نکلنا۔

قضائے حاجت:

مسئلہ: پیشاب کے لیے مسجد کے قریب ترین جس جگہ پیشاب کرنا ممکن ہو وہاں جانا چاہیے۔

مسئلہ: پاخانے جانے میں یہ تفصیل ہے کہ اگر مسجد کے ساتھ کوئی بیت الخلاء بنا ہوا ہے اور وہاں قضائے حاجت کرنا ممکن ہے تو اسی میں قضائے حاجت کرنا چاہیے کہیں اور جانا درست نہیں۔ لیکن اگر کسی شخص کے لیے اپنے گھر کے سوا کسی اور جگہ قضائے حاجت طبعاً ممکن نہ ہو یا سخت دشوار ہو تو پھر اپنے گھر جا سکتا ہے خواہ وہ کتنی ہی دور ہو۔

اپنے گھر کے مقابلے میں اگر کسی دوست یا عزیز کا گھر مسجد کے قریب تر ہو تو قضائے حاجت کے لیے اس کے گھر جانا ضروری نہیں۔

مسئلہ: اگر کسی شخص کے دو گھر ہوں تو وہ قریب والے گھر میں قضائے حاجت کے لیے جائے۔

مسئلہ: اگر بیت الخلاء مشغول ہو تو خالی ہونے کے انتظار میں ٹھہرنا جائز ہے۔

مسئلہ: جو شخص قضائے حاجت کے لیے اپنے گھر گیا ہو وہ قضائے حاجت کے بعد وضو کر سکتا ہے۔

مسئلہ: قضائے حاجت میں استنجاء بھی داخل ہے۔ لہٰذا جن لوگوں کو قطرے کا مرض ہو وہ صرف استنجاء کرنے کے لیے مسجد سے باہر جا سکتے ہیں۔

غسل: صرف احتلام ہو جانے کی صورت میں غسل جنابت کے لیے معتکف مسجد سے باہر جا سکتا ہے۔ اس میں بھی یہ تفصیل ہے کہ اگر مسجد کے اندر رہتے ہوئے کسی ٹب میں بیٹھ کر اس طرح غسل کرنا ممکن ہو کہ پانی مسجد میں نہ گرے تو مسجد سے باہر نکلنا جائز نہیں۔ لیکن اگر یہ ممکن نہ ہو یا سخت دشوار ہو تو باہر نکل سکتا ہے۔

غسل جنابت کے علاوہ کسی اور غسل کے لیے مسجد سے نکلنا جائز نہیں خواہ وہ جمعہ کا غسل ہو یا گرمی سے ٹھنڈک کا غسل ہو۔ اگر ہو سکے تو اس کے لیے مسجد کے اندر ہی بڑا ٹب رکھ کر اس طرح نہائے کہ پانی مسجد کے فرش پر نہ گرے۔

وضو: اگر مسجد میں وضو کرنے کی ایسی جگہ موجود ہے کہ معتکف خود تو مسجد میں رہے لیکن وضو کا پانی مسجد سے باہر گرے تو وضو کے لیے مسجد سے باہر جانا جائز نہیں۔ لیکن اگر کسی مسجد میں ایسی کوئی جگہ اور انتظام نہ ہو تو مسجد سے باہر نکل سکتا ہے خواہ وضو فرض نماز کے لیے ہو یا نفل نماز کے لیے۔ البتہ وضو ہوتے ہوئے دوبارہ وضو کرنے کے لیے نکلنا جائز نہیں۔

کھانے کی ضرورت: اگر کسی شخص کو کوئی ایسا آدمی میسر ہے جو اس کے لیے مسجد میں کھانا لا سکے تو وہ لا کر دے لیکن اگر کوئی دوسرا لا کر دینے والا نہ ہو تو معتکف کھانا لانے کے لیے مسجد سے باہر جا سکتا ہے لیکن کھانا مسجد میں ہی لا کر کھائے۔ نیز یہ شخص ایسے وقت مسجد سے نکلے جب اسے کھانا تیار مل جائے لیکن اگر کبھی کچھ دیر کھانے کے انتظار میں ٹھہرنا پڑے تو جائز ہے۔

اذان:

مسئلہ: اگر کوئی موذن اعتکاف کرے اور اسے اذان دینے کے لیے (لاؤڈ سپیکر نہ ہونے کی صورت میں) مسجد سے باہر جانا پڑے تو نکلنا جائز ہے مگر اذان کے بعد نہ ٹھہرے۔

اگر کوئی معتکف باقاعدہ موذن تو نہیں لیکن کسی وقت کی اذان دینا چاہتا ہے تو اس کو بھی نکلنا جائز ہے۔

مسئلہ: مسجد کے مینار کا دروازہ اگر مسجد کے اندر ہو تو کسی بھی معتکف کے لیے مینار پر چڑھنا مطلقاً جائز ہے کیونکہ وہ مسجد ہی کا حصہ ہے۔ البتہ اگر دروازہ باہر ہو تو اذان کی ضرورت کے علاوہ اس پر چڑھنا جائز نہیں۔

نماز جمعہ:

مسئلہ: جمعہ کی نماز کے لیے ایسے وقت جائے کہ تحیۃ المسجد اور سنت جمعہ وہاں پڑھ سکے اور نماز کے بعد بھی سنت پڑھنے کے لیے ٹھہرنا جائز ہے۔ اس مقدار وقت کا اندازہ اس شخص کی رائے پر چھوڑ دیا گیا ہے اگر اندازہ غلط ہو جائے یعنی کچھ پہلے پہنچ جائے تو کچھ مضائقہ نہیں۔

مسئلہ: جمعہ کی نماز کے لیے کسی مسجد میں جائے اور نماز کے بعد وہیں ٹھہر جائے اور وہیں اعتکاف کو پورا کرے تب بھی جائز ہے مگر مکروہ تنزیہی ہے۔

مسجد سے منتقل ہونا: معتکف کے لیے ضروری ہے کہ اس نے جس مسجد میں اعتکاف شروع کیا ہے اسی میں پورا کرے۔ اگر کوئی ایسی شدید مجبوری پیش آجائے کہ وہاں اعتکاف پورا کرنا ممکن نہ رہے مثلاً وہ مسجد منہدم ہو جائے یا کوئی شخص زبردستی اس کو وہاں سے نکال دے یا وہاں رہنے میں جان و مال کا کوئی قوی خطرہ ہو تو دوسری مسجد میں منتقل ہو کر اعتکاف پورا کرنا جائز ہے اور اس غرض کے لیے باہر نکلنے سے اعتکاف نہیں ٹوٹے گا بشرطیکہ وہاں سے نکلنے کے بعد راستے میں کہیں نہ ٹھہرے بلکہ سیدھا دوسری مسجد میں چلا جائے۔

کن چیزوں سے اعتکاف ٹوٹ جاتا ہے:

مسئلہ: حالت اعتکاف میں دو قسم کے افعال حرام ہیں یعنی ان کے ارتکاب سے اگر اعتکاف واجب یا مسنون ہے تو فاسد ہو جائے گا اور اس کی قضا کرنا پڑے گی اور اگر اعتکاف مستحب ہے تو ختم ہو جائے گا۔

پہلی قسم کے افعال: اعتکاف کی جگہ یعنی مسجد سے مذکورہ ضرورتوں کے بغیر باہر نکلنا خواہ قصداً ہو یا بھولے سے ہو اور خواہ ایک لمحہ کے لیے ہو اس سے اعتکاف ٹوٹ جاتا ہے۔

مسئلہ: کوئی معتکف کسی طبعی یا شرعی ضرورت سے باہر نکلے اور ضرورت سے فارغ ہونے کے بعد ایک لمحہ کے لیے بھی باہر ٹھہر جائے تو اس سے اعتکاف ٹوٹ جاتا ہے۔

مسئلہ: کسی مریض کی عیادت کے لیے یا کسی ڈوبتے ہوئے کو بچانے کے لیے یا آگ بجھانے کے لیے مسجد سے نکلا تو اعتکاف ٹوٹ گیا گو ان صورتوں میں اعتکاف توڑنے کا گناہ نہیں ہوتا بلکہ جان بچانے کی غرض سے ضروری ہے مگر اعتکاف باقی نہ رہے گا۔

مسئلہ: اگر کوئی شخص زبردستی مسجد سے باہر نکال دیا جائے اور باہر ہی روک لیا جائے تب بھی اس کا اعتکاف نہ رہے گا۔ مثلاً کسی جرم میں حاکم وقت کی طرف سے وارنٹ جاری ہوا اور سپاہی اس کو گرفتار کر کے لے جائیں یا کسی کا قرض اس کے ذمہ ہو اور وہ اس کو باہر نکالے۔

مسئلہ: اسی طرح اگر کسی شرعی یا طبعی ضرورت سے نکلے اور راستہ میں کوئی قرض خواہ روک لے یا بیمار ہو جائے اور پھر مسجد تک پہنچنے میں کچھ دیر ہو جائے تب بھی اعتکاف قائم نہ رہے گا۔

مسئلہ: اگر مثلاً طبعی حاجت پیشاب پاخانہ کے لیے مسجد سے نکلا پھر اسی ضمن میں مریض کی عیادت کی یا نماز جنازہ کے لیے چلا گیا تو جائز ہے جب کہ مسجد سے نکلنا خاص اس غرض سے نہ ہو اور راستہ سے نہ پھرے اور نماز جنازہ کی مقدار سے زیادہ نہ ٹھہرے اور مریض کی عیادت چلتے چلتے کرے وہاں ٹھہرے نہیں۔

دوسری قسم کے افعال: واجب اور مسنون اعتکاف کے لیے چونکہ روزہ شرط ہے اس لیے روزہ توڑ دینے سے بھی اعتکاف ٹوٹ جاتا ہے۔ خواہ روزہ کسی عذر سے توڑا ہو یا بلا عذر، جان بوجھ کر توڑا ہو یا غلطی سے ٹوٹا۔

غلطی سے روزہ ٹوٹنے کا مطلب یہ ہے کہ روزہ تو یاد تھا لیکن بے اختیار کوئی عمل ایسا ہو گیا جو روزے کے منافی تھا مثلاً کلی کرتے ہوئے غلطی سے پانی حلق میں چلا گیا یا غروب آفتاب سے پہلے یہ سمجھ کر روزہ افطار کر لیا کہ افطار کا وقت ہو چکا ہے۔ لیکن اگر روزہ ہی یاد نہیں رہا اور بھول کر کچھ کھا پی لیا تو اس سے روزہ بھی نہیں ٹوٹا اور اعتکاف بھی نہیں ٹوٹا۔

جماع کرنے سے اعتکاف ٹوٹ جاتا ہے خواہ جماع جان بوجھ کر کرے یا سہواً، دن میں کرے یا رات میں، مسجد میں کرے یا مسجد سے باہر اور اس سے انزال ہو یا نہ ہو۔ وہ افعال جو جماع کے تابع ہیں جیسے بوسہ لینا یا معانقہ کرنا وہ بھی حالت اعتکاف میں ناجائز ہیں مگر ان سے اعتکاف باطل نہیں ہوتا خواہ عمداً کیے ہوں یا بھول سے کیے ہوں جب تک منی خارج نہ ہو۔ البتہ اگر صرف خیال اور فکر سے منی خارج ہو تو اعتکاف نہیں ٹوٹتا۔

کن صورتوں میں اعتکاف توڑنا جائز ہے:

۱۔ اعتکاف کے دوران میں کوئی ایسی بیماری پیدا ہو گئی جس کا علاج مسجد سے باہر نکلے بغیر ممکن نہیں تو اعتکاف توڑنا جائز ہے۔

۲۔ کسی ڈوبتے جلتے ہوئے آدمی کو بچانے یا آگ بجھانے کے لیے۔

۳۔ ماں باپ یا بیوی بچوں میں سے کسی کو سخت بیماری ہو جائے اور اس کی تیمارداری کی ضرورت ہو۔ کوئی اور دیکھ بھال کرنے والا نہ ہو۔

۴۔ کوئی جنازہ آ جائے اور نماز پڑھنے والا کوئی اور نہ ہو۔

مسنون اعتکاف ٹوٹنے کا حکم: اعتکاف غلطی سے ٹوٹ گیا ہو یا مجبوری سے توڑا ہو اس کا حکم یہ ہے کہ جس دن میں اعتکاف ٹوٹا ہے صرف اس دن کی قضا واجب ہو گی پورے دس دن کی قضا واجب نہیں۔

اگر اعتکاف دن میں ٹوٹا ہو تو صرف دن دن کی قضا واجب ہو گی یعنی قضا کے لیے صبح صادق سے پہلے مسجد میں داخل ہو۔ روزہ رکھے اور اسی دن شام کو غروب آفتاب کے بعد نکل آئے اور اگر اعتکاف رات کو ٹوٹا ہے تو رات اور دن دونوں کی قضا کرے یعنی شام کو غروب آفتاب سے پہلے مسجد میں داخل ہو۔ رات بھر وہاں رہے روزے رکھے اور اگلے دن غروب آفتاب کے بعد مسجد سے باہر نکلے۔

مسئلہ: اسی رمضان میں کسی دن قضا کر سکتا ہے۔

مسئلہ: اعتکاف مسنون ٹوٹ جانے کے بعد مسجد سے باہر نکلنا ضرور نہیں بلکہ باقی ایام میں نفل کی نیت سے اعتکاف جاری رکھ سکتا ہے۔

مباحات اعتکاف:

۱۔کھانا پینا ۲۔سونا ۳۔بال کٹوانا لیکن بال مسجد میں نہ گریں ۴۔ضروری خرید وفروخت کرنا بشرطیکہ اس وقت سودا مسجد میں نہ لایا جائے اور ضروریات زندگی کے لیے ہو مثلاً گھر میں کھانے کو نہ ہو اور اس کے علاوہ کوئی دوسرا شخص قابل اطمینان خریدنے والا نہ ہو ۵۔کام کی بات چیت کرنا ۶۔کپڑے بدلنا، خوشبو لگانا، سر میں تیل لگانا ۷۔مسجد میں کسی مریض کا معائنہ کرنا اور نسخہ تجویز کرنا ۸۔قرآن کریم یا دینی علوم کی تعلیم دینا ۹۔برتن کپڑے دھونا جب کہ خود مسجد میں رہے اور پانی باہر گرے ۱۰۔نکاح پڑھنا یا پڑھوانا ۱۱۔ضرورت کے وقت مسجد میں ریح خارج کرنا۔

مکروہاتِ اعتکاف:

۱۔خاموشی کو عبادت سمجھ کر حالت اعتکاف میں بالکل چپ بیٹھنا مکروہ تحریمی ہے ۲۔فضول اور بلا ضرورت باتیں کرنا ۳۔سودا مسجد میں لاکر بیچنا مکروہ تحریمی ہے ۴۔اعتکاف کے لیے مسجد کی اتنی جگہ گھیرنا جس سے دوسرے اعتکاف کرنے والوں اور نمازیوں کو تکلیف ہو ۵۔اجرت پر کتابت کرنا یا کپڑے سینا یا تعلیم دینا وغیرہ ۶۔تجارت کی غرض سے خرید و فروخت کرنا گرچہ سودا مسجد میں نہ لائے ہوں مکروہ ہے لیکن اگر اپنے لیے یا گھر والوں کے لیے ضرورت و مجبوری ہو تو مسجد میں رہتے ہوئے کوئی سودا خرید سکتا ہے اور فروخت کرسکتا ہے۔

اعتکاف کے آداب:

۱۔اعتکاف کے مکروہات سے بچے ۲۔اپنے اوقات کو تلاوت قرآن، ذکر اور دیگر عبادتوں اور دین کے سیکھنے سکھانے میں لگائے ۳۔صحیح اور معتبر دینی کتابیں پڑھنا بھی موجب ثواب ہے

مسنون اعتکاف کے دیگر مسائل:

مسئلہ: رمضان کے آخری عشرہ کا اعتکاف سنت مؤکدہ علی الکفایہ ہے یعنی ایک بستی یا محلے میں کوئی ایک شخص بھی اعتکاف کر لے تو تمام اہل محلّہ کی طرف سے سنت ادا ہو جائی گی لیکن اگر پورے محلے میں سے کسی ایک نے بھی اعتکاف نہ کیا تو پورے محلے والوں پر ترک سنت کا گناہ ہوگا۔

مسئلہ: کسی شخص کو اجرت دے کر اعتکاف میں بٹھانا جائز نہیں۔

مسئلہ: اگر محلے والوں میں سے کوئی شخص بھی کسی مجبوری کی وجہ سے اعتکاف کرنے کے لیے تیار نہ ہو اور کسی دوسرے محلے کا آدمی اس مسجد میں اعتکاف میں بیٹھے تو یہ بھی صحیح ہے اور اس سے محلّہ والوں کی سنت ادا ہو جائے گی۔

واجب یعنی نذر کے اعتکاف کے دیگر مسائل:

مسئلہ: جب آدمی یوں کہے ''میں نے فلاں دن کا اعتکاف اپنے ذمہ لازم کرلیا'' یا میں فلاں دن اعتکاف کرنے کی نیت مانتا ہوں یا اگر اللہ تعالیٰ نے فلاں کو تندرستی دی تو میں اتنے دن اعتکاف کروں گا۔ ان تمام صورتوں میں نذر صحیح ہو جائے گی اور اعتکاف واجب ہو جائے گا۔

مسئلہ: اگر ایک دن اعتکاف کرنے کی نذر مانی تو اگر دن سے اس کی نیت صرف روشنی کے وقت ہے تو صرف دن دن کا اعتکاف واجب ہوگا یعنی طلوع فجر سے غروب آفتاب تک اور اگر دن سے چوبیس گھنٹے کی نیت تھی تو ایک دن رات کا اعتکاف واجب ہوگا یعنی ایک دن غروب آفتاب کے پہلے سے دوسرے دن غروب آفتاب تک روزہ دونوں صورتوں میں شرط ہے۔

مسئلہ: اگر صرف ایک رات اعتکاف کرنے کی نذر مانی تو یہ نذر صحیح نہیں ہوئی کیونکہ رات کے وقت روزہ نہیں ہوسکتا۔

مسئلہ: اگر کوئی شخص نذر کرتے وقت زبان سے یہ بھی کہہ دے کہ میں نماز جنازہ یا کسی درس یا دینی مجلس میں شرکت کے لیے باہر آیا کروں گا تو اس کام کے لیے باہر آنا جائز ہوگا اور اس سے اعتکاف پر کچھ اثر نہ پڑے گا۔لیکن سنت اعتکاف میں ایسا استثناء جائز نہیں۔

مسئلہ: اگر کسی کو نذر پوری کرنے کا وقت نہیں ملا مثلاً اس نے بیماری میں نذر مانی تھی اور تندرست ہونے سے پہلے ہی مر گیا تو اس پر کچھ واجب نہیں۔

مسئلہ: اگر کسی نے اعتکاف کی نذر مانی اور اسے نذر پوری کرنے کا وقت بھی ملا لیکن وہ نذر ادا نہ کرسکا یہاں تک کہ موت کا وقت آ گیا تو اس پر واجب ہے کہ وارثوں کو اس کے بدلے فدیہ کی ادائیگی کی وصیت کرے۔ایک دن کے اعتکاف کا فدیہ پونے دو سیر گندم یا اس کی قیمت ہے۔

نفلی اعتکاف کے دیگر مسائل:

مسئلہ: اس اعتکاف کے لیے نہ وقت کی شرط ہے نہ روزے کی نہ دن کی اور نہ رات کی بلکہ انسان جب چاہے جتنے وقت کے لیے چاہے اعتکاف کی نیت سے مسجد میں داخل ہو جائے۔

مسئلہ: رمضان کے آخری عشرہ میں دس دن سے کم کی نیت سے اعتکاف بھی نفلی ہوگا۔

مسئلہ: کوئی شخص نماز پڑھنے کے لیے مسجد جائے اور داخل ہوتے وقت نیت کرلے کہ جتنی دیر مسجد میں رہوں گا اعتکاف میں رہوں گا۔

مسئلہ: مسجد سے باہر نکلنے سے یہ اعتکاف خود بخود ختم ہو جاتا ہے۔

عورتوں کا اعتکاف:

اعتکاف کی جگہ کے بارے میں ضابطہ یہ ہے کہ وہ اس جگہ میں ہو جس میں نماز کی زیادہ فضیلت ہو۔مردوں کے لیے مسجد میں نماز کی زیادہ فضیلت ہے لہٰذا ان کے لیے اعتکاف کی جگہ مسجد ہے جب کہ عورتوں کے لیے گھر کی مسجد یعنی گھر میں نماز کے لیے مقرر کی ہوئی جگہ میں نماز زیادہ افضل ہے تو ان کے لیے گھر کی مسجد اعتکاف کی جگہ ہے۔جن حدیثوں میں مسجد میں اعتکاف کا ذکر ہے ان ہی سے یہ ضابطہ حاصل ہوتا ہے۔نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے دور میں عورتیں عام طور پر مسجد میں جا کر جماعت سے نماز ادا کرتی تھیں لیکن صحابہ رضی اللہ عنہم کے دور میں عورتوں کا اس طرح سے مسجد میں جانا موقوف ہو گیا تھا۔اعتکاف میں اصل کام تو نمازوں کا اہتمام ہے اس کے لیے صحابہ رضی اللہ عنہم کے اجماع و اتفاق کو چھوڑ کر اور توڑ کر عورت مسجد میں جا کر نمازیں پڑھے اور اعتکاف کرے یہ بات جائز نہیں۔اس لیے عورت کو مسجد میں اعتکاف نہیں کرنا چاہیے بلکہ اس کا اعتکاف گھر میں ہوگا اور وہ اس طرح کہ گھر میں جو جگہ نماز پڑھنے اور عبادت کے لیے بنائی ہوئی ہو اس جگہ اعتکاف کرے اور اگر گھر میں ایسی کوئی جگہ مخصوص نہ ہو تو اعتکاف سے پہلے ایسی کوئی جگہ بنالے اور اس میں اعتکاف کرے۔اگر نماز کی مستقل جگہ بنانا ممکن نہ ہو تو گھر کے کسی بھی حصہ کو عارضی طور پر مخصوص کر کے وہاں عورت اعتکاف کرسکتی ہے۔

مسئلہ: اگر عورت شادی شدہ ہو تو اعتکاف کے لیے شوہر سے اجازت لینا ضروری ہے۔

مسئلہ: اگر عورت نے شوہر کی اجازت سے اعتکاف شروع کر دیا بعد میں شوہر منع کرنا چاہے تو اب منع نہیں کر سکتا اور اگر منع کرے گا تو بیوی کے ذمہ اس کی تعمیل واجب نہیں۔

مسئلہ: عورت کے اعتکاف کے لیے یہ بھی ضروری ہے کہ وہ حیض اور نفاس سے پاک ہو۔ اگر کسی عورت نے اعتکاف شروع کر دیا پھر اعتکاف کے دوران ماہواری شروع ہوگی تو وہ فوراً اعتکاف چھوڑ دے اس صورت میں جس دن اعتکاف چھوڑا ہے صرف اس دن کی قضا اس کے ذمے ہوگی جس کا طریقہ یہ ہے کہ ماہواری سے پاک ہونے کے بعد کسی دن روزہ رکھ کر اعتکاف کرے۔ اگر رمضان کے دن باقی ہوں تو رمضان میں قضا کر سکتی ہے۔

مسئلہ: عورت نے گھر کی جس جگہ اعتکاف کیا ہو وہ اس کے لیے اعتکاف کے دوران مسجد کے حکم میں ہے۔ وہاں سے اوپر ذکر کی گئی ضرورتوں کے بغیر نکلنا جائز نہیں۔ وہاں سے اٹھ کر گھر کے کسی اور حصے میں جائے گی تو اعتکاف ٹوٹ جائے گا۔

مسئلہ: عورت اگر مسجد میں اعتکاف کرے تو مکروہ تنزیہی ہے اور اس سے عورت کو بلا تردد منع کیا جائے گا جیسا کہ مسجد میں فرض نمازوں کے لیے جانے سے روکا گیا ہے۔

ایک اہم مسئلہ:

بعض جگہوں میں دیکھنے میں آیا ہے کہ ہر رمضان کے مہینے میں پیر صاحب پورے مہینے کا اعتکاف کرتے ہیں اور ان کے متعلقین ان کے ساتھ مختلف وقتوں کے لیے مختلف وقتوں میں اعتکاف کرتے ہیں۔ کوئی پورا مہینہ کوئی پہلا عشرہ، کوئی دوسرا عشرہ، کوئی تیسرہ عشرہ اور کوئی کم وبیش۔ اس طریقہ میں یہ خرابیاں ہیں۔

۱۔ سنت اعتکاف صرف آخری عشرہ میں ہے۔ چونکہ بہت سے لوگ پہلے یا دوسرے عشرے میں اعتکاف کرتے ہیں اور اس کی ان کو صراحتًا یا دلالتًا ترغیب دی جاتی ہے تو اس طرح ان کو سنت اعتکاف سے ہٹا کر نفلی اعتکاف میں لگا دیا جاتا ہے حالانکہ جب وہ اپنا وقت فارغ کر ہی رہے ہیں تو وہ آخری عشرہ فارغ کر سکتے تھے۔ تاکہ سنت اعتکاف بھی ہوتا اور شب قدر بھی حاصل ہوتی۔

۲۔ حدیث میں ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک رمضان میں پہلے عشرہ کا اعتکاف کیا پھر دوسرے عشرہ کا اعتکاف کیا۔ پھر آپ نے اپنے قبے سے سر نکالا اور فرمایا میں نے شب قدر کی تلاش میں پہلے عشرہ کا اعتکاف کیا پھر دوسرے عشرہ کا اعتکاف کیا پھر میرے پاس فرشتہ آیا اور مجھے بتایا گیا کہ شب قدر آخری عشرہ میں ہے۔ تو جس نے میرے ساتھ اعتکاف کیا ہے وہ آخری عشرہ کا بھی اعتکاف کرے۔ (مشکوٰۃ)

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے صرف ایک مرتبہ شب قدر کی تلاش میں ایک ایک عشرہ کر کے پورے مہینے کا اعتکاف کیا۔ شروع سے پورے مہینے کے اعتکاف کی نیت نہیں کی اور رمضان میں اعتکاف کی غرض شب قدر کو حاصل کرنا تھا۔ اب جب ہمیں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے بتانے سے معلوم ہوگیا کہ وہ آخری عشرہ میں ہوتی ہے تو اب مسنون اعتکاف کی نیت کر کے پورے مہینے کا اعتکاف کرنا مناسب نہیں۔ اور اگر پہلے بیس دن نفلی اعتکاف کی نیت کریں اور آخری دس دن سنت اعتکاف کی نیت کریں تو محض نفلی اعتکاف کی خاطر تداعی اور اجتماع ہوگا جو اصول کے خلاف ہے اور بدعت ہے۔

عیدالفطر......صدقۃ الفطر (فضائل، احکام، مسائل)

جانشین امیر شریعت حضرت مولانا سید ابومعاویہ ابوذر بخاری رحمتہ اللہ علیہ

تمہید:

عیدالفطر بھی دیگر امتیازات دینیہ کی طرح ایک عظیم اسلامی شعار، ایک دوررس اخلاقی نصاب، ایک مسنون تفریح اور قومی مسرت اور خوشی کا مبارک دن ہے، جسے دنیا والوں کے معمولات کے بالعکس اللہ نے بجائے ایک تہوار کے عبادت کی اہمیت برقرار رکھتے ہوئے اس میں بہ قدر ضرورت تفریح کی آمیزش کر کے اسلام کی قوت وعظمت کو دوام بخش دیا ہے۔

ہر مرغوب ومحبوب شے کے حصول اور عزیز مقصد کے انجام پانے پر جب فطرتاً خوشی نصیب ہو تو دستور ہے کہ اس کے اظہار کی کوئی نہ کوئی صورت اور تدبیر ضرور اختیار کی جاتی ہے۔ اسلام نے بھی دین فطرت ہونے کی وجہ سے اس معصوم انسانی جذبہ کی پوری قدر کی اور دین فطرت کی قائل امت مرحومہ کی دلداری وعزت افزائی فرمائی۔ چنانچہ رمضان المبارک کے پاکیزہ مہینے میں مختلف قسم کی شبانہ روز عبادت وریاضت خوش اسلوبی سے مکمل کرنے پر یکم شوال کے دن چند خاص اعمال پر مشتمل ایک مظاہرہ مسرت وتفریح قانوناً مقرر کر دیا ہے۔

تحفہ عبودیت:

اپنی عزت ووجاہت کے لیے نہیں بلکہ حصول اجر وثواب کی نیت کے ساتھ سچے دل سے دیئے ہوئے عطیہ کو صدقہ کہتے ہیں۔ اور ''فطر'' کا معنی ہے ٹوٹنا، کھلنا، جدا ہونا، تو صدقۃ الفطر کا مطلب ہوا۔ ماہ صیام کے جدا ہونے، روزہ کا عمل ٹوٹنے نیز کھانے پینے اور میاں بیوی کے میل جول کی بندش کھلنے پر اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں خلوص قلب سے پیش کیا ہوا ''ہدیہ تشکر''

ہر چھوٹا بڑے کے لیے اور ہر ممنون اپنے محسن ومربی اور مرکز عقیدت تک کوئی تحفہ اور عطیہ کسی ذریعہ اور واسطہ کے ساتھ ہی پہنچانے جاتا ہے اور اس عمل کو اپنا فطری اور اخلاقی فرض، موجب سعادت اور باعثِ خیر وبرکت عمل یقین کرتا ہے۔ بعینہٖ اسی طرح فرماں بردار مخلوق جب خالق مطلق اور رب رحیم وکریم کے حضور اپنی بندگی اور توفیق عبادت وریاضت کی نعمت نصیب ہونے پر اظہار سرور وفرحت کے لیے جبہ سائی کا ارادہ کرے تو فقراء ومساکین کا معروف طبقہ کہ جن لوگوں کی حالتِ عجز واحتیاج، پروردگار کو بڑی محبوب ہے، ان کو اپنا وکیل اور نمائندہ بنا کر بارگاہ صمدیہ کے مناسب ہدیہ نیاز پیش کرنے پر فطرتاً اور قانوناً مامور ومجبور ہو جاتی ہے، یہ حاصل ہے، صدقۃ الفطر کی قانونی رسم اور شرعی ضابطہ کے اداء وتکمیل کا۔

خوش نصیب ہیں وہ لوگ جنھیں تازندگی اس روحانی فصل بہار سے دل ودماغ اور جسم وجان کے لیے کسب فیض ونور کا موقع ملتا ہے۔ ورزقنا اللہ ابداً......آمین! ہم سب کو اس نعمت عظمیٰ کی قدر کرنی چاہیے۔

زکوٰۃ اور صدقات واجبہ کا نصاب:

ہر آزاد، عاقل، بالغ مسلم جو گھریلو ضروریات کے علاوہ ساڑھے باون تولے چاندی یا اس کی قیمت کے نقد روپیہ یا سونے یا اتنے وزن کے چاندی کے زیور یا اتنی قیمت کے سامان یا جائیداد یا تجارتی مال کا مالک ہو یا اس کے پاس موجود تمام اشیاء میں سے بعض یا سب کا مجموعہ مل کر ساڑھے باون تولے چاندی کی قیمت کے برابر ہوجائے یا پھر وہ بجائے چاندی کے ساڑھے سات تولے سونے یا اتنے وزن کے سونے کے زیورات کا مالک ہو تو اس پر زکوٰۃ کی طرح عیدالفطر کے دن نماز کا وقت آتے ہی صدقۃ الفطر واجب ہوجاتا ہے۔ مگر اتنی مالیت پر زکوٰۃ کی طرح سال کا گزرنا ضروری نہیں۔

صدقۂ فطر:

ہر میاں بیوی پر صرف اپنی ذات کی طرف سے اور اپنے بے مال غیر بالغ یا بالغ مگر مجنون اولاد نیز اپنے نوکر اور خادمہ کی طرف سے صدقہ دینا واجب ہے۔ مال دار بالغ اولاد اور باقی گھر والے اپنا صدقہ خود ادا کریں۔ البتہ ان کا وکیل بن کر صدقہ وزکوٰۃ وغیرہ ادا کرنا درست ہے اور اگر کسی شخص نے بغیر ایک دوسرے کی اجازت کے از خود ہی اس کی طرف سے دے دیا تو وہ ''صدقہ نفلیہ'' بن جائے گا اور اصل آدمی پر صدقۃ الفطر بدستور واجب رہے گا۔ اس کو مستقلاً ادا کرنا ضروری ہے۔

عورت شریعت کے مطابق چونکہ اکثر احکام میں مرد کی طرح مستقل شخصیت وحیثیت کی مالک ہے۔ چنانچہ نقد اور غیر نقدی مال وغیرہ کے جمع اور خرچ میں اس کی ملکیت وحیثیت بھی مستقل ہے۔ لہٰذا اس پر صرف اپنی ذات کی طرف سے صدقہ دینا واجب ہے، اپنے شوہر اور اولاد کی طرف سے نہیں! اور اگر گھر میں صرف اس کے خاوند نے صدقہ ادا کیا تو اس سے عورت پر واجب شدہ صدقہ ادا نہیں ہوگا بلکہ اسے بہر حال اپنی زکوٰۃ، عشر اور قربانی کی طرح اپنا یہ صدقۃ الفطر بھی خود ہی براہ راست لازماً ادا کرنا پڑے گا ورنہ وہ گناہ گار ہوگی۔

صدقہ فطر میں پونے دوکلو گندم (احتیاطاً دوکلو) یا گندم کا آٹا یا ساڑھے تین کلو جَو (احتیاطاً چار کلو) یا جَو کا آٹا اور ستو یا چار کلو کھجور یا کشمش یا ان کی قیمت حاضر نرخ کے مطابق دینا واجب ہے۔ فقراء کی ضرورت کے لحاظ سے نقد پیسے دینا اولیٰ اور بہتر ہے تاکہ وہ غریب خود بھی کچھ خرید کر عید کی خوشی میں براہ راست حصہ دار بن سکے۔

نمازِ عید سے قبل صدقہ فطر ادا کرنا افضل اور مستحب ہے اور عید سے ایک دو روز قبل بھی ادا کرنا جائز ہے۔

صدقہ فطر کے مستحق، غیر مستحق:

رشتہ داروں میں حقیقی دادا، دادی، ماں، باپ، نانا، نانی، بیٹا، بیٹی، پوتا، پوتی، نواسہ، نواسی میں سے کسی کو بھی صدقہ فطر اور زکوٰۃ دینا جائز نہیں۔ ایسے ہی شوہر، بیوی ایک دوسرے کو صدقہ فطر نہیں دے سکتے۔ اس کے علاوہ دیگر محتاج ومسکین عزیز واقارب میں سے سوتیلے دادا، دادی، سوتیلے ماں، باپ، حقیقی چچا، چچی، پھوپھا، پھوپھی، ماموں، ممانی، خالو، خالہ، حقیقی بھائی، بہن، بھتیجا، بھتیجی، بھانجا، بھانجی، اپنے سسر، ساس، سالہ، سالی اور بہنوئی سب کو زکوٰۃ وعشر کی طرح صدقۃ الفطر دینا جائز ہے۔

سادات قریش کی پانچ شاخوں کو صدقہ فطر سمیت تمام صدقات واجبہ، زکوٰۃ وعشر دینا جائز نہیں۔

حضور ﷺ کے ارشاد کے مطابق ''تمام صدقات، محمد اور آل محمد ﷺ کے لیے حلال نہیں۔ سادات بنو ہاشم کی پانچ شاخیں یہ ہیں (۱) آل علی (۲) آل عباس (۳) آل جعفر (۴) آل عقیل (۵) آل حارث (حضور ﷺ کے سب سے بڑے سوتیلے چچا حارث بن عبدالمطلب کی اولاد)

عید کے دن مسنون اعمال:

(۱) شرع کے موافق اپنی آرائش کرنا (۲) غسل کرنا (۳) مسواک کرنا (۴) حسب استطاعت کپڑے پہننا (۵) خوشبو لگانا (۶) صبح کو جلدی اٹھنا (۷) عیدگاہ میں جلدی جانا (۸) عیدگاہ جانے سے پہلے کوئی میٹھی چیز کھانا کھجور یا چھوارے کے طاق دانے کھانا مستحب ہے (۹) نماز عید سے پہلے صدقہ فطر ادا کرنا (۱۰) عید کی نماز عیدگاہ میں پڑھنا (بہ عذر شرعی شہر کی مسجد میں پڑھنا) (۱۱) ایک راستہ سے عیدگاہ جانا اور دوسرے راستہ سے واپس آنا (۱۲) عیدگاہ جاتے ہوئے راستہ میں اللّٰہ اکبر ، لاالہ الا اللّٰہ واللّٰہ اکبر ، اللّٰہ اکبر وللّٰہ الحمد آہستہ آہستہ کہتے ہوئے جانا۔ (سواری کے بغیر پیدل عیدگاہ جانا)

نمازِ عید کے احکام:

نماز عید کا وقت طلوع آفتاب یعنی اشراق کی نماز کے وقت کے ساتھ ہی شروع ہوجاتا ہے۔ اور زوال سے پہلے تک رہتا ہے۔ نماز عید سے قبل کوئی بھی نفل نماز گھر یا مسجد میں پڑھنا مکروہ ہے۔ یہ حکم عورتوں اور ان لوگوں کے لیے بھی ہے جو کسی وجہ سے نماز عید نہ پڑھ سکیں۔ نماز عید سے پہلے نہ اذان کہی جاتی ہے، نہ اقامت۔ یہ خلاف سنت اور بدعت ہے۔

طریقہ نماز:

دو رکعت نماز عید واجب مع چھے تکبیرات زائدہ کی نیت کر کے امام کے ساتھ پہلی تکبیر پر ہاتھ باندھ کر سبحانک اللّٰھم آخر تک پڑھ لیں۔ پھر دوسری اور تیسری تکبیر پر ہاتھ اٹھا کر چھوڑ دیں اور چوتھی تکبیر پر ہاتھ باندھ لیں، اب امام سورۃ فاتحہ اور کوئی دوسری سورۃ پڑھ کر پہلی رکعت مکمل کرے گا۔ دوسری رکعت میں امام جب فاتحہ اور کوئی سورۃ پڑھ لے تو اس کے ساتھ تینوں تکبیرات میں ہاتھ اٹھا کر چھوڑ دیں اور چوتھی تکبیر پر بغیر ہاتھ اٹھائے رکوع کریں۔ پھر باقی ارکان سمیت نماز پوری کر لیں۔ بعد از نماز حسبِ دستور دعا بھی مانگ لیں۔

خطباتِ عید:

نماز کے بعد دو خطبات سنت ہیں، انہیں خاموشی اور توجہ سے سننا چاہیے۔

جبری معانقہ ومصافحہ:

خطبہ کے بعد امام کو مصلّیٰ سے ہٹ کر ایک طرف ہوجانا چاہیے تاکہ لوگ آسانی سے منتشر ہوجائیں، اسی طرح نمازیوں کا ایک دوسرے کو یا امام کو سلام اور مصافحہ ومعانقہ کرنا اور عید کی مبارک باد دینا بھی ثابت نہیں۔ گردنیں پھلانگنا، جلدی اور تیزی سے لپکنا اور جبری معانقہ ومصافحہ، سلام اور مبارک باد دینے کی کوشش کرنا قطعاً غلط اور خلافِ سنت اور بدعت ہے۔ اس غیر مسنون عمل سے بچنے کی سعی کرتے رہنا چاہیے۔

اے دشمن دنیا و دیں......!

ابن امیر شریعت مولانا سید عطاء المحسن بخاری رحمۃ اللہ علیہ

حکمراں، اے فاسقاں..!
ظاہر و باہر ہے سب
مجھ پر ترا سرّ و عیاں
(اور.... عیاں را چہ بیاں؟)
تو کہ سرتا پا زیاں
تیری ہستی، اک گماں
بچہ بچہ تجھ سے ہے
بیزار و بدظن، بدگماں
تیری روش، شیطان وَش
تیری ادائیں کافری
کفار کے جاروب کش!
میرے لیے اس میں نہیں....
کوئی پھبن....

تیرا چلن
دل کی چبھن
تو ناگ پھن
دشمن کہن
تجھ سے میں غافل نہیں
میں بھول سکتا ہی نہیں
تیری رہ میں جب بھی میں
حائل ہوا، گھائل ہوا

اے ''ظالماں'' اے ''فاجراں''
اے حکمراں
اے دشمن دنیا و دیں
اے دشمن کون و مکاں
تجھ سے نالاں ہر گھڑی
ہر انس و جاں
او بے اساس و بدزباں
یہ کرّ و فر، یہ این و آں
قائم سدا رہتا نہیں، ہرگز نہیں

جو گوشِ حق نیوش ہیں
بجا حواس و ہوش ہیں
غریب کی بھی آہ سن
شام سن، پگاہ سن
شورِ دل فگار سن
فغانِ بیوگان سن

وہ چیخ سن، وہ سسکیاں
وہ ''گن'' کے زور پر جنہیں
کسی نے چپ کرادیا
ظلم سے دبادیا
یہ تیرے لاڈلے تو ہیں
انہیں تو، تُو سنبھال لے
تجھے حیا نہیں ذرا؟
ترا اِلٰہ ہے کوئی؟
ترا گواہ ہے کوئی؟
ترا بھی شاہ ہے کوئی؟
ڈر تُو گیر و دار سے
تیرا بھی ہونا ہے حساب
تجھ کو بھی دینا ہے جواب
تیرے گلے کے گرد بھی
گرفت میرے ہاتھ کی
تنگ ہو تو سکتی ہے
میں..... کہ اک ''عوام'' ہوں
(تیرا غلام تو نہیں)
میں بھی آدمی تو ہوں
اور آدمی کا حق ہے یہ
مکاں ملے، مکیں ملے
کوئی ''دل نشیں'' ملے
زمیں ملے کہ رہ سکے
''عجیں ☆'' ملے کہ پیٹ بھر کے کھا سکے
جو زندگی کا حق ملے تو زندگی بھی کر سکے
جو ہو سکے تو کان دھر
مرے لکھے پہ کر نظر
مرے کہے سے دل لگا
تُو خدا سے لو لگا
عاقبت پہ کر نظر!
تُو مقتدر، دائم نہیں
تُو وِہ خدا دائم نہیں
میں بے نوا دائم نہیں
روزِ مکافاتِ عمل
میں چھوڑوں گا، تجھے کیا؟
او حکمراں، جاگیردار
تیرا بھی ہونا ہے حساب
تجھ کو بھی دینا ہے جواب
تیرے گلے کے گرد بھی
گرفت میرے ہاتھ کی
تنگ ہو تو سکتی ہے!

(☆ عجیں ... آٹا)

غزل

پروفیسر خالد شبیر احمد

کجلائے ہوئے شام و سحر دیکھ رہا ہوں
اُکتائے ہوئے سارے بشر دیکھ رہا ہوں

یہ کیسی کرامت ہے تیرے دستِ ہنر کی
برسات میں جلتے ہوئے گھر دیکھ رہا ہوں

ہر سمت اندھیرا ہے دل و جاں سے فلک تک
گہنائے ہوئے شمس و قمر دیکھ رہا ہوں

تھی جس کی ہر اک شاخ مجھے جاں سے پیاری
کٹتا ہوا میں وہ بھی شجر دیکھ رہا ہوں

دیں لاکھ تسلی مجھے احباب مگر میں
حالات باندازِ دگر دیکھ رہا ہوں

چڑھتے ہوئے سورج کی عنایت بھی عجب ہے
کرنوں پہ اندھیروں کا اثر دیکھ رہا ہوں

فتنہ تو ذرا دیکھیے تہذیبِ نوی کا
خونخوار یہاں قلب و نظر دیکھ رہا ہوں

کیا طرفہ تماشہ ہے کہ ہر اہل وطن کو
خالدؔ میں یہاں خاک بہ سر دیکھ رہا ہوں

☆......☆......☆

مردِ قلندر کی وفات

منیر عباس

اتوار ۲۲ ؍ اپریل ۲۰۱۸ء کا دن گزار کر نصف شب ابن امیرِ شریعت حافظ سید عطاء المؤمن بخاریؒ ہم سے یوں جدا ہوئے جیسے بادِ نسیم پھولوں کی آمد کا پتہ دے کر اچانک چلی جائے۔ سوموار کے دن مغرب کے بعد شاہ جی مرحوم و مغفور کا جنازہ ہوا۔ جنازہ کیا تھا گویا لوگوں کا ٹھاٹھیں مارتا ہوا ایک سمندر تھا۔ جنازے کی فضا پر عطاءِ ربانی کا نزول تھا۔ ہر آنکھ شاہ کی جدائی پر رو رہی تھی۔ اس میں کوئی دوسری رائے نہیں کہ سید عطاء المؤمن بخاریؒ کی زندگی صحیح معنوں میں دینے کے لیے سراپا وقف تھی۔

وہ بلاشبہ خاندانِ بنی ہاشم کی روایات کے سچے پاسدار ایک صاحب اسلوب اور سحر انگیز خطیب تھے۔ جید عالمِ دین، فاضل محقق اور مجاہد فی سبیل اللہ کی حیثیت سے ان کی اپنی ایک پہچان تھی۔ زندگی کے تلخ حالات قافلۂ حق کے اس عظیم سپہ سالار کو اپنے عزائم سے کبھی روک نہ سکے۔ زندگی میں بے شمار تکالیف آئیں لیکن شاہؒ کی استقامت اور بہادری پر کوئی چیز اثر انداز نہ ہوسکی۔ اس مردِ حق کی راہِ حق میں خدمات پر کچھ لکھنا میرے بس کی بات نہیں، وہی لوگ اُن کی خدماتِ جلیلہ پر کچھ کہہ اور لکھ سکتے ہیں جو خود دین کی جہدِ مبین میں ان کے ہم سفر رہے ہیں۔ شاہ جیؒ حقیقی معنوں میں ایک نابغۂ روزگار شخصیت تھا جن کی زندگی کے کئی حسین و جمیل پہلو تہہ در تہہ مجموعۂ محاسن بن کر نظر آتے ہیں۔ مگر ان کی داستانِ زندگی کا عنوان و سر نوشت اور ان کے اوصاف میں سب سے اہم چیز جس نے لوگوں کو ان کی والہانہ محبت میں مبتلا رکھا وہ اُن کا فقر، سادگی اور دینِ حق پر بے مثال استقامت تھی۔ مجھے اس گھرانے سے تقریباً ۳۰ برس سے واسطہ ہے۔ میں معروف معنوں میں بیعتِ طریقت تو اس گھرانے سے نہیں لیکن آدابِ دین کے بہت سارے قرینے مجھے اس گھر کی دہلیز پر احتراماً کھڑے رکھتے ہیں اور ان سب قرینوں کا خلاصہ یہ ہے کہ ان جملہ اصحابِ عزیمت کا خلوص فی الدین اپنے درجہ کمال پر ہے۔ بقول اقبالؒ

تمنا درد دل کی ہے تو خدمت کر فقیروں کی نہیں ملتا یہ گوہر بادشاہوں کے خزینوں میں

نہ پوچھ ان خرقہ پوشوں کی ارادت ہو تو دیکھ ان کو یدِ بیضاء لیے بیٹھے ہیں اپنی آستینوں میں

آہ! سید عطاء المنعم بخاریؒ اور سید عطاء المحسن بخاریؒ کے بعد سید عطاء المؤمن بخاری بھی آج ہماری نظروں سے اوجھل ہو گئے۔ وہ آواز ہمیں سنائی نہیں دیتی جس نے پوری زندگی خطابت کی دنیا میں حق گوئی کی بلند آہنگ صدائے خیر میں ایک امتیاز پیدا کیا تھا۔ ہر اپنا، بیگانہ اس بات کو ماننے پر مجبور ہے کہ اہلِ کفر اور مروجہ نظامِ جبر و استبداد کے خلاف جتنی نفرت اُن کے دل میں تھی اور اس کے برملا اظہار میں جس جرأت و بہادری کا مظاہرہ کیا گردوپیش اُن کا ہم سر کوئی نظر نہیں آتا۔ یہ کہنا غلط نہیں کہ عطاء المؤمن عطائے یزدان کی ایک جھلک تھی۔

مجھے ان کی تقاریر سننے کا براہِ راست موقع ملا، الحمدللہ کئی بار ان کی رفاقت میں سفر بھی نصیب ہوا۔ ہر بار شاہِ ذی وقار خطابت کی مسند پر مفاہیم و معانی کے ایک نئے دبستان کا دروازہ کھولتے اور نئے انداز سے جلوہ افروز ہوتے۔ خطبۂ مسنونہ کے بعد شاہ جی مرحوم و مغفور کا اظہارِ مافی الضمیر اس قدر پُر زور پر شکوہ اور دل آویز ہوتا کہ دل چاہتا کہ وقت تھم

جائے اور شاہِ ذی وقار بولتا رہے۔ اُن کی گفتگو مسلکی گروہ بندی سے بالاتر ہوتی، وہ ہمیشہ قرآن کے لہجے اور حدیث کے اسلوب میں بات کرتے۔ گفتگو کا دورانیہ اکثر طویل ہوتا، اپنی شگفتہ طبعی سے سننے والے لوگوں کو تازہ دم رکھتے۔ چونکہ بذلہ سنجی اور نکتہ پروری انھیں ورثے میں ملی تھی لہٰذا اس ورثے کے نبھانے میں ان کی طبیعت ہمیشہ فیاض رہی۔

شاہ صاحب نے پوری زندگی تحفظ ختمِ نبوّت، منقبتِ اہل بیت اور صحابہ کی مدح سرائی میں گزار دی۔ وہ تمام لادینی قوتوں کے خلاف انتہائی عزم و عزیمتِ کردار کے ساتھ برسرِ پیکار رہے۔ زمانے کے نشیب و فراز ان کی بلند ہمتی کو شکست دینے سے عاجز رہے، وہ ہمیشہ اپنی فکر و نظر کی دنیا میں اولوالعزمی کی معراج پر فائز رہے۔

پاکستان میں نفاذِ اسلام کے لیے ان کی خدمات ناقابلِ فراموش ہیں، ان کی زندگی کا بیشتر حصہ تمام مکاتبِ فکر کے علماء کو ایک محاذ پر اکٹھے کرنے میں گزرا۔ وہ اتحادِ ملّتِ اسلامیہ کے ایک بہت بڑے داعی تھے۔ افسوس کہ مغربی جمہوری نظام کے پرستاروں نے ان کے اس خواب کو شرمندۂ تعبیر نہ ہونے دیا۔ لیکن ان کی عملی زندگی کا ایک ایک پل ان کی دینی حمیت و غیرت کا شاہدِ عدل ہے۔ چونکہ وطنِ عزیز شروع سے ان لادینی قوتوں کی سیاسی دسیسہ کاریوں کا ہدف ہے جو اس سرزمین پر قرآن و سنت کی بالادستی کو قائم دیکھنے کے روادار نہیں، ہمارے سید بادشاہ نے اُن کے خلاف اپنی منظّم جدوجہد کو مرتے دم تک جاری رکھا۔ بڑے بڑے ناخوش گوار حالات آئے لیکن مردِ حُر کی تکبیر سے باطل ہمیشہ خوف زدہ رہا۔ اس کا واضح مظہر پرویز مشرف کا دور تھا۔ ہر طرف سناٹا چھایا ہوا تھا، عسکری طاقت کے جبروتِ باطل کے سامنے کوئی بول اٹھانے کی جرأت نہیں کر سکتا تھا۔ جبر و تشدد کے اس بدترین دور میں ہمارے شاہ جی ابنِ امیرِ شریعت سید عطاء المؤمن شاہ بخاری اس ظلم کے خلاف عملاً کھڑے ہوئے اور اپنی ایمانی قوت کا بھرپور مظاہر کیا۔ پرویز مشرف کے خلاف ایک سرگرم احتجاجی جلسہ کیا جس میں شاہِ ابرار، مولائے کل، سید دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے فرمان کے مطابق کہ: ''بہترین جہاد جابر سلطان کے سامنے کلمہ حق کہنا ہے''۔ پرویز مشرف کی طاغوتی آمریت کے خلاف نعرۂ رستاخیز بلند کیا جس کے نتیجے میں شاہ جی کو سرکاری مشینری کے جبر کا نشانہ بننا پڑا، اور وہ اپنی پیرانہ سالی کے ساتھ کئی ماہ قید رہے۔ مگر پرویزی تجبُّر کے حیلے ہمارے سید بادشاہ کے جذبۂ حق پرستی و حق گوئی کو کمزور نہ کر سکے۔ یہی وہ زمانہ تھا کہ جب سرکاری گماشتے شاہ جی تک پہنچنے میں کامیاب نہ ہو سکے تو شاہ جی کے بھانجے اور ہمارے مخدوم شہید سید محمد ذوالکفل بخاری کو یرغمال بنا کر حضرت سید عطاء المومن بخاری کو گرفتاری دینے پر مجبور کیا۔ رہائی کے بعد ہمارے سید بادشاہ نے اسی وقار کے ساتھ اپنے مشن کو جاری رکھا اور جب تک جان میں جان رہی آبروئے مصطفیٰ پر اپنی جان کو نچھاور رکھا۔ یہ تو ایک واقعہ ہے، ان کی زندگی میں سیکڑوں واقعات ملتے ہیں کہ شاہؒ نے دینِ حق کے پرچار میں کبھی مفاہمت یا مداہنت کے رستے پر چلنا تو درکنار اس بے فیض سمت کی طرف پلٹ کر دیکھا بھی نہیں۔

وہ بلاشبہ امیر شریعت سید عطاء اللہ بخاری کی مراد، عطاء المنعم کی علمیت، عطاء المحسن کی مجلسیت اور دوست داری اور عطاء المہیمن کی محبت و خورد نوازی کا حسین پرچار تھے۔ میرے نزدیک چاروں ابناءِ امیرِ شریعت دین کی جہدِ مبین کے وہ ستارے ہیں جن کی روشنی نورِ ازل کا پرتو ہے۔ خدا کی قسم! میں نے آج تک ان جیسا نہ دیکھا، نہ سنا، نہ پایا ہے۔

دعا ہے کہ حق تعالیٰ شانہٗ انھیں اپنے قربِ خاص میں جگہ دے اور خاندانِ بنی ہاشم میں امیر شریعتؒ کے گلشنِ ہمیشہ بہار کے موجودہ گلِ سرسبد حضرت پیر جی سید عطاء المہیمن بخاری دام لطفہم کی عمر میں برکت دے تاکہ ان کی سرپرستی میں احرار کا یہ منفرد قافلہ پوری جرأت و عظمت کے ساتھ اپنی منزل کی طرف گامزن رہے۔

آہ! سید عطاء المؤمن شاہ بخاری رحمۃ اللہ علیہ

منصور اصغر راجہ

ابن امیر شریعت حضرت سید عطاء المؤمن شاہ بخاریؒ کا نام تو ہم بچپن سے ہی سن رکھا تھا کہ گھر میں اس خانوادے کے سربراہ حضرت امیر شریعتؒ کا تذکرہ ہوتا رہتا تھا۔ چونکہ امیر شریعتؒ کا ضلع گجرات میں واقع آبائی گاؤں ''ناگڑیاں'' ہمارے گاؤں سے چند ہی میل کی دوری پر ہے، اس لیے بھی بڑے بوڑھے فخریہ طور پر امیر شریعتؒ کا ذکر کیا کرتے تھے۔ لیکن ہمیں سید عطاء المؤمن شاہ بخاری کی پہلی بار زیارت کا موقع غالباً ۲۰۰۲ء میں ملا۔ جون جولائی کے دن تھے۔ شاہ صاحبؒ نے رسول پارک اچھرہ کی ایک مسجد میں جمعہ پڑھانا تھا۔ ایک روز پہلے اُن کے خطبہ جمعہ کے بارے میں اخبار میں اشتہار دیکھا تو اگلے روز ہم بھی وقت مقررہ پر وہاں پہنچ گئے کہ سید عطاء المؤمن شاہ بخاریؒ کو دیکھنے اور سننے کی خواہش خاصی پرانی تھی۔ ہمارے دوست سلیم اختر لنگاہ ایڈووکیٹ آف بہاولپور بھی ہمارے ہمراہ تھے۔ شاہ صاحب نے اپنے بیان میں جہاں معاشرے میں فروغ پانے والی نت نئی خرابیوں پر نشتر زنی کی، وہیں امریکہ کے ساتھ پرویز مشرف کو بھی آڑے ہاتھوں لیا کہ سقوطِ کابل کا زخم بھی تازہ تھا۔ دورانِ گفتگو انھوں نے سرائیکی کی ایک کہاوت سنائی تو سلیم اختر لنگاہ پھڑک اٹھے اور بڑی دیر تک داد دیتے رہے۔ واپسی پر ہمیں کہنے لگے کہ میں نے امیر شریعتؒ کی تصویر دیکھ رکھی ہے۔ عطاء المؤمن شاہ صاحب تو ہو بہو ان کی تصویر نظر آتے ہیں۔ چہرے مہرے سے بھی اور گفتگو سے بھی۔ کئی سال پہلے ہم نے ایک معروف جہادی رہنما سے سنا کہ قریباً ۲۵ برس پہلے عطاء المؤمن شاہ بخاریؒ آزاد کشمیر کے ضلع باغ میں تقریر کر رہے تھے۔ وہ چار گھنٹے تک گفتگو کرتے رہے اور سامعین جم کر بیٹھے انھیں سنتے رہے اور یہ کوئی ایک واقعہ نہیں ہے۔ کسی بھی موضوع پر گھنٹوں بولنا زندگی بھر اُن کا معمول رہا کہ آخر امیر شریعتؒ کے لختِ جگر تھے۔ ایک روایت کے مطابق امیر شریعت سید عطاء اللہ شاہ بخاریؒ ایک بار جامع مسجد الصادق بہاولپور میں تقریر کر رہے تھے۔ وہ ساری رات علم و حکمت کے موتی لٹاتے رہے اور سامعین جھولیا بھرتے رہے۔ تقریر ابھی جاری تھی کہ مسجد کے مؤذن نے فجر کی اذان دینی شروع کر دی۔ امیر شریعتؒ نے ایک نظر مؤذن کی طرف دیکھا، مسکرائے، ذرا سا سر کو جھٹکا اور یہ کہہ کر منبر سے اتر گئے کہ ؎

دی شبِ مؤذن نے اذاں پچھلی رات
ہائے کم بخت کو کس وقت خدا یاد آیا

سید عطاء المؤمن شاہ بخاریؒ نے ۱۹۷۷ء کی تحریک نظامِ مصطفیٰ میں بھرپور حصہ لیا۔ ملتان کا کوئی جلسہ ان کے بغیر سجتا نہیں تھا۔ مجلس احرار کے مرکزی سیکرٹری جنرل حاجی عبداللطیف خالد چیمہ نے ہمیں بتایا کہ کئی جلسوں میں شاہ صاحب نے حضرت مفتی محمودؒ اور نوابزادہ نصر اللہ خانؒ کی موجودگی میں تقریر کی تو دونوں بزرگ فرمایا کرتے کہ شاہ صاحب کے بعد ہماری تقریر کی ضرورت نہیں رہی کہ انھوں نے وہ سب کچھ کہہ دیا ہے، جو ہم کہنا چاہتے تھے۔ یہ سن کر ہمیں پھر امیر شریعتؒ یاد آ گئے۔ مرحوم مختار مسعود نے ''آوازِ دوست'' میں امیر شریعت کے علاوہ ان کے پائے کے تین اور خطیبوں کا بھی

ذکر کیا ہے، جن میں مولانا ابوالکلام آزاد، مولانا محمد علی جوہرؒ اور نواب بہادر یار جنگؒ شامل تھے۔ امیر شریعت ان تینوں بزرگوں سے ''جونیئر'' تھے، لیکن ایک بار کسی جلسے میں مولانا محمد علی جوہرؒ اور امیر شریعت اکٹھے ہو گئے۔ انھوں نے مولانا جوہرؒ سے پہلے تقریر کی تو مولانا نے اپنی پر امیر شریعتؒ کی خطابت کو ان الفاظ میں داد دی کہ شاہ جی کی تقریر کے بعد اب ہم کیا کہیں ان کے قورمے، زردے کے بعد ہمارے ساگ ستو کو کون پوچھے گا۔

یوں تو امیر شریعتؒ کے چاروں صاحبزادے ہی اپنے عظیم المرتبت والد کی وراثت کے سچے امین ثابت ہوئے کہ ''صاحبزادگی'' کا خمار بھی ان کا کچھ نہ بگاڑ پایا۔ چاروں بھائی قلندرانہ مزاج کے مالک، دینی حمیت وغیرت کے پیکر، تحفظ ختم نبوّ کے لیے ہر قربانی دینے کو ہمہ وقت تیار، کسی بھی طاقت سے مرعوب نہ ہونے والے، بکنے والے نہ جھکنے والے، بڑے باپ کے بیٹے تھے، اگر اپنی قیمت لگواتے تو آج کروڑوں روپے کی جائیدادوں کے مالک ہوتے، لیکن انھوں نے فقر اور درویشی کو حرز جاں بنائے رکھا کہ مولانا غلام رسول مہرؒ کے بقول یہی ان کے عظیم المرتبت والد کی بھی قیمتی ترین متاع تھی۔ لیکن سید عطاء المؤمن بخاریؒ تو تقریر و تصویر میں اپنے والد کا پرتو تھے۔ ابتدائی تعلیم جامعہ خیر المدارس اور جامعہ قاسم العلوم ملتان سے حاصل کی۔ بعد ازاں کندیاں شریف اور جامعہ نصرۃ العلوم گوجرانوالہ میں بھی زیر تعلیم رہے۔ حضرت قاری رحیم بخش پانی پتی، حضرت مولانا سرفراز خان صفدرؒ اور حضرت خواجہ خان محمدؒ جیسے بزرگوں کے سامنے زانوئے تلمذ طے کیا۔ وہ حضرت خواجہ خان محمدؒ کے شاگرد بھی تھے اور معتمد خاص بھی۔ ۱۹۸۰ء سے ۱۹۹۷ء تک کل جماعتی مجلس عمل تحفظ ختم نبوت قائم رہی۔ اس دوران میں جب کبھی مذاکرات کا موقع آتا تو حضرت خواجہ صاحبؒ اپنے نمائندے کے طور پر سید عطاء المؤمن بخاریؒ کا ہی انتخاب کرتے۔ شاہ صاحب کا مطالعہ، مشاہدہ اور ظرف بے حد وسیع تھے۔ نہایت اعلیٰ تفسیری ذوق پایا تھا۔ قرآن مجید کی جو بھی تفسیر شائع ہوتی، وہ اسے فوراً خرید لیتے۔ مطالعے کے بغیر تقریر کو گناہ سمجھتے تھے۔ ایسے بیدار مغز مقرر تھے کہ دورانِ تقریر بھی ہر طرف نگاہ ہوتی۔ ۲۷ر اپریل کو لاہور میں اُن کی یاد میں ہونے والے تعزیتی ریفرنس میں لاہور ہی کے ایک معروف عالم دین نے یہ قصہ سنایا کہ ''ایک بار میں نے سید عطاء المؤمن بخاریؒ کو اپنی مسجد میں خطاب کی دعوت دی۔ وقت مقررہ پر شاہ صاحب کا بیان شروع ہو گیا۔ کچھ دیر کی گفتگو کے بعد اچانک شاہ صاحب نے دریافت فرمایا کہ اس مسجد کا امام کون ہے۔ میں منبر کے قریب ہی بیٹھا تھا۔ عرض کیا کہ بندہ حاضر ہے۔ غصے سے میری طرف دیکھتے ہوئے فرمایا کہ تم کیسے امام وخطیب ہو۔ تم نے اپنے مقتدیوں کو یہ تک نہیں بتایا کہ سبحان اللہ اور ماشاء اللہ کن موقعوں پر کہا جاتا ہے۔ میں عذابِ قبر اور روزِ قیامت کی ہولنا کیوں کا ذکر کر رہا ہوں اور یہ لوگ لہک لہک کر سبحان اللہ اور ماشاء اللہ کہہ رہے ہیں''۔ شاہ صاحب مولانا ابوالکلام آزادؒ کے تو عاشقِ صادق تھے، اسی لیے چائے اور ''غبارِ خاطر'' سے عشق کی حد تک لگاؤ تھا۔ حکیم مؤمن خان مؤمن ان کے پسندیدہ ترین شاعر تھے۔ علامہ اقبالؒ سے بے حد عقیدت تھی۔ چودھری افضل حق کی تحریر پر فدا تھے۔ فیض، احسان دانش اور شورش کاشمیری کو شوق سے پڑھتے۔ فرمایا کرتے کہ مجھ پر ایک دور ایسا بھی آیا کہ اگر میں نے مولانا آزادؒ اور چودھری افضل حق کو نہ پڑھا ہوتا اور اپنے والد کو دیکھا اور سنا نہ ہوتا تو میں دہریہ ہو جاتا۔ سید عطاء المؤمن بخاریؒ کی اعلیٰ ظرفی کا تو یہ عالم تھا کہ بھٹو دور کے اواخر میں آپ کو گولی مارنے کا حکم جاری ہوا۔ دو بار جیالوں نے آپ پر فائرنگ کی، لیکن خدا تعالیٰ نے شاہ صاحب کو محفوظ رکھا۔ جنرل الیکشن ۱۹۷۷ء کے روز پولنگ والے دن پرانی کوتوالی پولیس اسٹیشن کے قریب کچھ لوگوں نے آپ پر فائرنگ کی، لیکن آپ محفوظ رہے۔ الیکشن مہم کے دوران ایک روز اسپورٹس گراؤنڈ ملتان میں پاکستان قومی اتحاد کے جلسے سے خطاب کر رہے تھے کہ پی پی کا ایک مقامی جیالا دونوں ہاتھوں

ریوالور کھڑا ہو گیا اور آپ پر فائرنگ شروع کر دی۔ اسی اثنا میں نیچے بیٹھے چند احرار کارکنوں نے اس حملہ آور کو دبوچ لیا اور اس سے ریوالور چھیننے کے بعد اسے زدوکوب کرنا شروع کر دیا۔ یہ منظر دیکھ کر شاہ صاحب نے تقریر چھوڑ دی، بھاگ کر مجمع میں گھس گئے اور بڑی مشکل سے اس حملہ آور کی جان بچائی۔ نواسہ امیر شریعت برادرم سید کفیل شاہ بخاری نے ہمیں بتایا کہ وہ شخص ابھی بھی حیات ہے۔ وہ اکثر شاہ صاحب سے ملنے آیا کرتا اور اپنی اُس حرکت پہ شرمندگی کا اظہار کرتا تھا۔

پاکستان کے ممتاز خطیب علامہ سید عبدالمجید ندیم راوی ہیں کہ امیر شریعت فرمایا کرتے تھے کہ سید آلِ رسول پانچ صفات کا مالک ہوتا ہے۔ اوّلاً وہ خوبصورت ہوگا۔ ثانیاً وہ غاصب نہیں ہوگا، کسی کے مال پر قبضہ کرے گا نہ کسی کی آبرو کو میلی نظر سے دیکھے گا۔ ثالثاً وہ بخیل نہیں ہوگا۔ رابعاً وہ بزدل نہیں ہوگا۔ خامساً وہ تارکِ قرآن نہیں ہوگا۔ امیر شریعتؒ اور ان کے دیگر صاحبزادوں کی طرح سید عطاء المؤمن بخاریؒ بھی ان پانچوں صفات سے مالا مال تھے۔ پرویز مشرف دور میں جب پورا ملک امریکہ و پرویز مشرف کے خوف کی لپیٹ میں تھا، ایسے میں سید عطاء المؤمن بخاریؒ نے ملک بھر میں امریکہ مردہ باد کانفرنسوں کا انعقاد کر کے آمر اور اس کے آقائے ولی نعمت کو للکارا، جس کی پاداش میں آپ کو ملتان جیل میں قید کر دیا گیا۔ کئی مہینے اسیری کاٹی۔ پیرانہ سالی اور بیماری کے باوجود انتظامیہ نے آپ کو ادویات تک مہیا نہ کیں، لیکن اس کے باوجود شاہ صاحب حکومت کے ساتھ کسی سمجھوتے کے لیے تیار نہ ہوئے۔ آپ اتحادِ اُمت کے بہت بڑے داعی تھے۔ کئی بار اس سلسلے میں عملی کوششیں بھی کیں۔ فرمایا کرتے تھے کہ علماء و مشائخ اپنی خانقاہیں، اپنی جماعتیں اور اپنے مدارس اپنی جگہ پر رکھیں، لیکن خدارا کچھ مشترکہ نکات پر متفق ہو جائیں۔ جب تمام مکاتب فکر مل بیٹھیں گے تو غلط فہمیاں اور بدگمانیاں دور ہوں گی۔ باہمی قربت اور محبت بڑھے گی۔ دشمن نفسیاتی طور پر کمزور ہوگا۔ ہمیں کام کرنے میں آسانی میسر آئے گی اور اس طرح نفاذ اسلام کی منزل قریب ہوگی۔ شعر و سخن سے دلچسپی ان کی طبیعت کا خاص وصف تھا۔ کسی جلسے میں تقریر ہو یا نجی مجلس میں بے تکلفانہ گفتگو، شاہ صاحب برموقع اشعار پڑھ کر احباب کو محفوظ کرتے۔ ان کی مجلس میں غلط شعر پڑھنا انھیں سخت گراں گزرتا۔ اگر ان کی موجودگی میں خطیب صاحب غلط شعر پڑھ جاتے تو شاہ صاحب اپنی تقریر میں اس پر گرفت ضرور کرتے۔ ملتان میں ان کے دولت کدے پر نمازِ عشاء کے بعد شعر و سخن کی محفل روز کا معمول تھا۔ وصال کی ب بھی پونے بارہ بجے تک مجلس جمی رہی۔ وصال سے ایک ہفتہ قبل اسی مجلس میں احسان دانش کا یہ شعر شاہ صاحب نے سنایا کہ ؎

مقصدِ زیست غمِ عشق ہے صحرا ہو یا شہر
بیٹھ جائیں گے جہاں چاہو بٹھا دو ہم کو

ہم نے دوسری اور آخری بار سید عطاء المؤمن بخاریؒ کو ۲۳ر اگست ۲۰۰۳ء کی شب ہمدرد سینٹر لاہور کے کانفرنس ہال میں سنا، جہاں انھوں نے اپنے والد کے یومِ وفات کے موقع پر ''امیر شریعت سیمینار'' کے عنوان سے مجلس سجا رکھی تھی، جس کے صدر قطب الاقطاب حضرت سید نفیس الحسینی تھے اور مجلس احرار اسلام ہند کے آخری سیکرٹری جنرل نوابزادہ نصر اللہ خان مہمان خصوصی۔ مجاہدِ ختمِ نبوّت مولانا منظور احمد چنیوٹی اور شاعرِ ختمِ نبوت سید امین گیلانیؒ مہمانانِ اعزاز اور خود شاہ صاحب میزبان تھے۔ ہم نے اوّل الذکر چاروں بزرگوں کو پہلی بار دیکھا اور سنا اور پھر دیکھتے ہی دیکھتے اگلے چند برسوں میں یہ چاروں بزرگ جہانِ فانی سے رخصت ہو گئے۔ سید عطاء المؤمن شاہ بخاریؒ اس کہکشاں کے آخری ستارے تھے، جو چند روز پہلے ملتان کے جلال باقری قبرستان میں خاک کی چادر اوڑھ کر ابدی نیند سو گئے۔ رہے نام اللہ کا۔

منھاجِ نُبوّت اور مرزا قادیانی

قسط:٦

مولانا مشتاق احمد چنیوٹی رحمۃ اللہ علیہ

معیار نمبر١٤: انبیاءِ کرام اپنی اُمّتوں سے زیادہ علم رکھتے ہیں:

حضرت انبیاءِ کرام علیہم السلام اپنی اُمّتوں سے زیادہ علم رکھتے ہیں بلکہ تمام اُمّت کا مجموعی علم بھی کسی سچے نبی کے علم کے برابر نہیں ہوسکتا۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے فرمودات کی تشریحات میں اُمّت محمدیہ چودہ سو سال سے مصروف ہے اور یہ کہنا مشکل ہے کہ ان تشریحات کا حق ادا ہو گیا ہے۔

مرزا غلام احمد قادیانی اگر اللہ کا سچا نبی ہوتا تو ایک بڑا عالم ہوتا۔ لیکن ہم دیکھتے ہیں کہ اس کی علمی سطح ایک مڈل سکول کے طالب علم کے برابر بھی نہیں ہے۔ یقین نہ آئے تو درج ذیل حوالہ جات ملاحظہ فرمائیں۔

رمضان المبارک کے ستر دن:

میں نے اس کتاب کا نام اعجاز المسیح رکھا اور یہ کتاب ضیاء الاسلام پریس میں رمضان المبارک کے ستر دنوں میں طبع ہوئی۔ (ٹائٹل اعجاز المسیح روحانی خزائن، جلد:١٨، ص:١)

صفر چوتھا مہینہ اور بدھ ہفتہ کا چوتھا دن:

مگر اس لڑکے نے پیٹ میں ہی دو مرتبہ باتیں کیں اور پھر اس کے بعد ١٤ر جون ١٨٩٩ء کو وہ پیدا ہوا اور جیسا کہ وہ چوتھا لڑکا تھا اسی مناسبت سے اس نے اسلامی مہینوں میں چوتھا مہینہ لیا یعنی ماہ صفر اور ہفتے کے دنوں میں سے چوتھا دن لیا یعنی چہار شنبہ۔

(تریاق القلوب روحانی خزائن، جلد:١٥، ص:٢١٧۔٢١٨)

پانچ اور پچاس میں صفر کا فرق ہے:

پہلے پچاس حصے لکھنے کا ارادہ تھا مگر پچاس سے پانچ پر اکتفا کیا گیا اور چونکہ پچاس اور پانچ کے عدد میں صرف ایک نقطہ کا فرق ہے اس لیے پانچ حصوں سے وعدہ پورا ہو گیا۔

(براہین احمدیہ حصہ پنجم روحانی خزائن، جلد:١٢، ص:٩)

حضور علیہ السلام کے گیارہ لڑکے:

تاریخ دان لوگ جانتے ہیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے گھر میں گیارہ لڑکے پیدا ہوئے تھے اور سب کے سب فوت ہو گئے۔ (چشمہ معرفت روحانی خزائن، جلد:٢٣، ص:٢٩٩)

حضور علیہ السلام کی بارہ صاحبزادیاں:

دیکھو ہمارے پیغمبر خدا کے ہاں ١٢ لڑکیاں ہوئیں، آپ نے کبھی نہیں کہا کہ لڑکا کیوں نہ ہوا۔

(ملفوظات جلد سوم، ص:٣٧٢، طبع جدید)

قادیان کا محل وقوع:

قادیان جو ضلع گورداس پور پنجاب میں ہے جو لاہور سے گوشہ مغرب اور جنوب میں واقع ہے۔
(ضمیمہ خطبہ الہامیہ روحانی خزائن، جلد:۱۶، ص:۲۲۔۲۳)

حقیقت حال اس کے برعکس ہے۔ قادیان ضلع گورداس پور میں ہے جو لاہور سے شمال مشرق میں واقع ہے۔

حضرت عبداللہ کا زمانہ وفات:

نبی کریمؐ کے والد محترم کے متعلق مرزا قادیانی لکھتا ہے کہ: ”تاریخ کو دیکھو کہ آنحضرتؐ وہی ایک یتیم لڑکا تھا جس کا باپ پیدائش سے چند دن بعد ہی فوت ہوگیا اور ماں صرف ایک چند ماہ کا بچہ چھوڑ کر مر گئی تھی۔ (پیغام صلح روحانی خزائن، جلد:۲۳، ص:۴۶۵)

گھر کی گواہی:

مرزا بشیر احمد ایم اے اعتراف کرتا ہے:

”ظاہری کسبی علوم کے لحاظ سے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کوئی بڑے عالموں میں سے نہ تھے اور نہ ہی علم مناظرہ میں آپ کو کوئی خاص دسترس حاصل تھی“۔

(سیرت المہدی، حصہ اوّل، ص:۱۲۴، روایت نمبر ۱۳۴)

مگر اس کے باوجود قادیانی، مرزا غلام احمد کے دعویٰ نبوّت کو درست مانتے ہیں۔

تفو بر تو اے چرخِ گرداں تفو

معیار نمبر ۱۵: انبیاءِ کرام مخلوق کی پیروی نہیں کرتے:

مرزا قادیانی کو اعتراف ہے کہ:

”خدا تعالیٰ قرآن کریم میں فرماتا ہے کہ کوئی رسول دنیا میں مطیع اور محکوم ہو کر نہیں آتا بلکہ وہ مطاع اور صرف اپنی اس وحی کا متبع ہوتا ہے جو اس پر بذریعہ جبرائیل علیہ السلام نازل ہوتی ہے۔ (ازالہ اوہام روحانی خزائن، جلد:۳، ص:۴۴۱)

مذکورہ عبارت میں مرزا قادیانی نے درج ذیل آیت کی طرف اشارہ کیا ہے۔

وَ مَا اَرۡسَلۡنَا مِنۡ رَّسُوۡلٍ اِلَّا لِیُطَاعَ بِاِذۡنِ اللّٰہِ (النساء:۶۴)

ترجمہ: اور ہم نے جو پیغمبر بھیجا ہے اس لیے بھیجا ہے کہ خدا کے فرمان کے مطابق اس کا حکم مانا جائے۔

دیگر خود تسلیم کردہ اصولوں کی طرح مرزا قادیانی اپنے اس مانے ہوئے اصول پر بھی پورا نہیں اترتا۔ اس کی وجوہ درج ذیل ہیں۔

۱۔ ”مرزا قادیانی کو فخر ہے کہ مسلمان مجاہدین کے خلاف ۱۸۵۷ء کی جنگ میں میرے والد اور بڑے بھائی نے ۵۰ گھوڑے اور ۵۰ سوار دے کر انگریزی فوج کی مدد کی“۔

(کتاب البریہ روحانی خزائن، جلد:۱۳، ص:۴ تا ۶)

۲۔ ''وہ فخریہ انداز میں لکھتا ہے کہ میں نے گوشہ نشین ہونے کے باوجود جہاد کی ممانعت اور انگریزی اطاعت کی ترغیب دینے کے لیے کئی کتابیں لکھیں، سترہ سال سے اس خدمت میں مصروف ہوں، میرے ہم عصر لوگوں میں اس خدمت کی کوئی مثال نہیں ملتی''۔ (کتاب البریہ روحانی خزائن، جلد:۱۳، ص:۶ تا ۸)

۳۔ وہ لکھتا ہے کہ: '' آیت کریمہ اَطِیۡعُوا اللّٰہَ وَ اَطِیۡعُوا الرَّسُوۡلَ وَ اُولِی الۡاَمۡرِ مِنۡکُمۡ. (النساء: ۶۰) میں اولی الامر سے روحانی طور پر میں مراد ہوں اور جسمانی طور پر برطانوی حکومت مراد ہے اس لیے کہ وہ ہمارے مقاصد کے مخالف نہیں اس سے ہمیں مذہبی فائدہ حاصل ہوتا ہے میری جماعت کو چاہیے کہ وہ دل کی سچائی سے اس حکومت کی اطاعت کرے''۔ (ضرورۃ الامام روحانی خزائن، جلد:۱۳، ص:۴۹۳)

۴۔ وہ لکھتا ہے: ''خدا تعالیٰ نے ہم پر محسن گورنمنٹ شکر ایسا ہی فرض کیا ہے جیسا کہ اس کا شکر کرنا۔ سو اگر ہم اس محسن گورنمنٹ کا شکر ادا نہ کریں یا کوئی شر اپنے ارادہ میں رکھیں تو ہم نے خدا تعالیٰ کا بھی شکر ادا نہیں کیا...... بعض احمق اور نادان سوال کرتے ہیں کہ اس گورنمنٹ سے جہاد کرنا درست ہے یا نہیں؟ سو یاد رہے کہ یہ سوال ان کا نہایت حماقت کا ہے کیوں کہ جس کے احسانات کا شکر کرنا عین فرض اور واجب ہے اس سے جہاد کیسا۔ میں سچ سچ کہتا ہوں کہ محسن کی بدخواہی کرنا ایک حرامی اور بدکار آدمی کا کام ہے۔ سو میرا مذہب جس کو میں بار بار ظاہر کرتا ہوں یہی ہے کہ اسلام کے دو حصے ہیں ایک یہ کہ خدا تعالیٰ کی اطاعت کریں دوسرے اس سلطنت کی جس نے امن قائم کیا ہو، جس نے ظالموں کے ہاتھ سے اپنے سایہ میں ہمیں پناہ دی ہو سو وہ سلطنت حکومت برطانیہ ہے۔ (شہادۃ القرآن روحانی خزائن، جلد:۶، ص:۳۸۰)

کیا اللہ تعالیٰ کے کسی سچے نبی اور رسول نے بھی اپنے ماننے والوں کو کافر حکومت کی اطاعت ترغیب دی ہے؟

کیا کسی کافر حکومت کی مدد کی ہے؟

کیا کافر حکومت کی اطاعت کو دین کا حصہ قرار دیا ہے؟

قادیانی دوستو! خدارا کچھ تو سوچو؟ کب تک مرزا قادیانی کی اندھی محبت میں مبتلا رہو گے؟

معیار نمبر ۱۶: انبیاءِ کرام کی پیش گوئیاں سچی نکلتی ہیں:

مرزا قادیانی کا یہ کہنا ہے کہ انبیاءِ کرام پیش گوئیوں کو اپنی نبوت کے لیے معیار ٹھہراتے ہیں حالانکہ قرآن مجید اور احادیث مبارکہ سے اس کی کوئی تائید نہیں ملتی۔ دراصل مرزا قادیانی کی جھوٹی نبوت کا دارومدار پیش گوئیوں پر تھا، جب اس پر کسی پیش گوئی کے پورا نہ ہونے کا اعتراض ہوتا تو وہ کہتا کہ یہ میری اجتہادی غلطی تھی اور کوئی نبی ایسا نہیں گزرا جس نے اجتہادی غلطی نہ کی ہو۔ مرزا نے بہت زیادہ غلط مبحث کیا ہے اور سچ جھوٹ کو اس طرح ملا دیا ہے کہ عام آدمی فرق نہیں کر سکتا۔ درست صرف اتنی بات ہے کہ انبیاء کرام جب امتوں سے کوئی وعدہ کر لیتے تھے تو اللہ تعالیٰ اس وعدہ کو پورا کر دیتا تھا، انبیاءِ کرام کی کوئی پیش گوئی غلط نہیں نکلی۔

پیش گوئیوں سے متعلق قادیانی اصول:

ا۔'' واضح ہو کہ ہمارا صدق یا کذب جانچنے والے ہماری پیش گوئی سے بڑھ کر اور کوئی مہلک امتحان نہیں ہوسکتا''۔ (آئینہ کمالات اسلام مندرجہ روحانی خزائن، ج:۵،ص:۲۸۸)

۲۔''کسی انسان کا اپنی پیش گوئی میں جھوٹا نکلنا خود تمام رسوائیوں سے بڑھ کر رسوائی ہے۔'' (تریاق القلوب مندرجہ ذیل خزائن، ج:۱۵،ص:۳۸۲)

۳۔''ممکن نہیں کہ نبیوں کی پیش گوئیاں ٹل جائیں''۔ (کشتی نوح روحانی خزائن، ج:۱۹،ص:۵)

مرزا قادیانی کی واضح طور پر غلط پیش گوئیاں

ا۔ بعض بابرکت عورتوں سے نکاح ہوگا:

''اس عاجز نے ۲۰؍فروری ۱۸۸۶ء کے اشتہار میں یہ پیش گوئی خدا تعالیٰ کی طرف سے بیان کی تھی کہ اس نے مجھے بشارت دی ہے کہ بعض بابرکت عورتیں اس اشتہار کے بعد تیرے نکاح میں آئیں گی اور اس سے اولاد پیدا ہوگی''۔ (مجموعہ اشتہارات، ج:اوّل،ص:۱۱۳،طبع جدید)

(محمدی بیگم سے) ہم نے تیرا نکاح کردیا ہے۔ (تذکرہ ۱۲۸،طبع چہارم)

یہ نکاح قطعاً نہیں ہوا اور مرزا قادیانی کی پیش گوئی جھوٹی ثابت ہوئی۔

۱۸۸۶ء میں مرزا کو الہام ہوا کہ عنقریب ایک اور نکاح تمھیں کرنا پڑے گا۔ (تذکرہ،ص:۱۱۳)

۱۸۸۶ء کے بعد مرزا قادیانی نے کوئی نیا نکاح نہیں کیا۔

۲۔ مقام موت کے متعلق پیش گوئی:

''ہم مکہ میں مریں گے یا مدینہ میں''۔ (تذکرہ،ص:۵۰۳،طبع چہارم)

مرزا قادیانی کو مکہ یا مدینہ میں مرنا نصیب نہ ہوا۔ وہ لاہور میں مرا، اور قادیان میں دفن ہوا۔

۳۔ عمر کے متعلق پیش گوئی:

''خدا تعالیٰ نے مجھے صریح لفظوں میں اطلاع دی تھی کہ تیری عمر اسی برس کی ہوگی اور یا یہ کہ پانچ چھے سال زیادہ پانچ چھے سال کم''۔ (براہین احمدیہ حصہ پنجم روحانی خزائن، ج:۲۱،ص:۲۵۸)

اس حساب سے مرزا قادیانی کی عمر ۷۴ سے ۸۶ سال کے درمیان ہونی تھی لیکن اس کی عمر ۶۸ یا ۶۹ سال ہوئی اس طرح وہ اپنی پیش گوئی میں جھوٹا نکلا۔

۴۔''مرزا قادیانی کے ایک مرید پیر منظور محمد کی بیوی محمدی بیگم امید سے ہوئی۔ جب اس کی خبر مرزا قادیانی کو ملی تو اس نے بیٹا پیدا ہونے کی پیش گوئی کی۔ مرزا نے قبل از ولادت پہلے اس نومولود کے دو نام بشیر الدولہ اور عالم کباب تجویز کیے''۔

(تذکرہ،ص:۵۳۳تا۵۳۴) ''۷؍جون ۱۹۰۶ء کو مزید دوناموں کا اضافہ کیا''۔ (تذکرہ،۵۳۴)

''۱۹؍جون کو اس کے گیارہ نام تجویز کیے''۔ (تذکرہ،۵۳۷)

لیکن ۲۷ دن بعد ۱۷؍جولائی ۱۹۰۶ء کو لڑکی پیدا ہوئی۔ مرزا قادیانی نے کہا کہ ہوسکتا ہے وہ لڑکا آئندہ حمل سے پیدا ہوگا لیکن کچھ عرصہ بعد وہ خاتون ہی فوت ہوگئی اور وہ لڑکا دنیا میں نہ آیا۔

۵۔ قادیان کے متعلق پیش گوئی:

قادیان کے متعلق مرزا قادیانی نے پیش گوئی کہ وہ دریائے بیاس تک پھیل جائے گا۔لیکن قادیانی کی آبادی ۱۹۴۷ء میں پہلے سے بھی کم ہوگئی سینکڑوں قادیانی پاکستان آ گئے۔(تذکرہ،ص:۶۶۲،طبع چہارم)

۶۔ سلطنت برطانیہ کے زوال کی پیش گوئی:

۱۸۹۲ء میں مرزا قادیانی نے پیش گوئی کہ آٹھ سال بعد سلطنت برطانیہ زوال کا شکار ہو جائے گی۔
ایک قادیانی راویت میں سات سال کا ذکر ہے۔(تذکرہ،ص:۶۵۰،۶۵۱)
برطانوی حکومت اس پیش گوئی کے بعد بھی خاصے عرصہ تک مستحکم رہی۔

۷۔ اپنی صحت کی پیش گوئی:

ہم نے تیری صحت کا ٹھیکہ لیا ہے۔(تذکرہ،ص:۶۸۵،طبع چہارم)
مرزا قادیانی کا یہ الہام بھی پورا نہ ہوا وہ بیسیوں امراض کا شکار رہا جیسا کہ معیار نمبر ۳۸ سے واضح ہے۔
۱۸۹۴ء میں مرزا نے اہلِ مکہ کے قادیانی ہونے کی پیش گوئی کی۔(تذکرہ،۲۰۸،طبع چہارم)
ان تمام پیش گوئیوں کوئی ایک پیش گوئی بھی پوری نہیں ہوئی۔

جھوٹے ہونے کا اعتراف:

اگر ثابت ہو کہ میری سو پیش گوئیوں میں سے ایک بھی جھوٹی نکلی ہو تو میں اقرار کروں گا کہ میں کاذب ہوں۔(روحانی خزائن،جلد:۱۷،ص:۴۶۱)
نتیجہ: مدعی کاذب کی پیش گوئی پوری نہیں ہوتی۔یہی قرآن کی تعلیم ہے اور یہی توریت کی۔
(آئینہ کمالات اسلام روحانی خزائن،جلد:۵،ص:۳۲۶)

معیار نمبر ۱۷: نبی اپنے دعووں میں ثابت قدم ہوتا ہے:

حضرات انبیاءِ کرام علیہم السلام اپنے دعویٰ نبوت میں ثابت قدم ہوتے ہیں وہ اپنے دعووں میں تبدیلیاں نہیں کرتے،اپنے کسی دعویٰ کا انکار نہیں کرتے اور نہ ہی کسی انکار کا انکار کرتے ہیں بالفاظ دیگر ان کے دعوے باہم متضاد نہیں ہوتے۔مرزا قادیانی کا دعویٰ نبوت کا تھا مگر ابتدائے دعویٰ سے لے کر اپنی وفات تک وہ بار بار اپنی نبوت کا اقرار وانکار کرتا رہا،اس اجمال کی تفصیل درج ذیل ہے۔

عنوان	حوالہ
۱۔وحی رسالت بند ہے......	روحانی خزائن،ج:۳،ص:۵۱۱
میں رسول بنا کر بھیجا گیا ہوں......	تذکرہ،ص:۲۹۲،طبع چہارم
۲۔وحی رسالت کے ساتھ حضرت جبرائیل کی آمد ناممکن ہے......	روحانی خزائن،ج:۳،ص:۴۱۴
اے سردار تو خدا کا مرسل ہے......	روحانی خزائن،ج:۲۲،ص:۱۱۰
۳۔حضرت جبرائیل کو وحی نبوت لانے سے منع کیا گیا ہے......	روحانی خزائن،ج:۳،ص:۴۱۲

میرے پاس جبرائیل آیا......	روحانی خزائن، ج:۲۲،ص:۱۰۶
۴۔وحی رسالت تا قیامت منقطع ہے......	روحانی خزائن، ج:۳،ص:۴۳۲
ہمارا دعویٰ ہے کہ ہم نبی اور رسول ہیں......	ملفوظات، ج:۵،ص:۴۴۷،طبع جدید
۵۔حضور علیہ السلام کی نبوت میں کوئی شریک نہیں......	روحانی خزائن، ج:۹،ص:۱۶۴
۶۔نئی شریعت نیا الہام ناممکن ہے......	روحانی خزائن، ج:۱،ص:۱۰۳
میں اپنے وحی پر ایسا ہی ایمان لاتا ہوں جیسا کہ ان تمام خدا کی وحیوں پر ایمان لاتا ہوں جو مجھ سے پہلے ہو چکی ہیں......	روحانی خزائن، ج:۲۲،ص:۱۵۴
۷۔حضور علیہ السلام کے بعد کوئی نیا رسول دنیا میں نہیں آئے گا۔	روحانی خزائن، ج:ص،ص:۴۳۱
سچا خدا وہی ہے جس نے قادیان میں اپنا رسول بھیجا۔	روحانی خزائن، ج:۱۸،ص:۲۳۱
۸۔حضورؐ پر ہر قسم کی نبوت بند ہوگئی ہے۔	روحانی خزائن، ج:۱۲،ص:۹۳
اور میں خدا کی قسم کھا کر کہتا ہوں جس کے ہاتھ میں میری جان ہے کہ اسی نے مجھے بھیجا ہے اور اسی نے میرا نام نبی رکھا ہے۔	روحانی خزائن، ج:۲۲،ص:۵۰۳
۹۔حدیث لا نبی بعدی عام ہے۔خاتم الانبیاء کے بعد ایک نبی کا آنا مان لینے سے قرآن کو چھوڑنا لازم آتا ہے۔	روحانی خزائن، ج:۱۴،ص:۳۹۳
میرا نام خدا نے نبی رکھا ہے تو میں کیونکر انکار کر سکتا ہوں۔	مرزا قادیانی کا آخری خط،بحوالہ انوار العلوم، ج:۲،ص:۵۲۷
۱۰۔ہم بھی نبوت کے مدعی پر لعنت بھیجتے ہیں اور لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ کے قائل ہیں اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ختمِ نبوّت پر ایمان رکھتے ہیں۔	مجموعہ اشتہارات، ج:۲،ص:۲،طبع جدید
صریح طور نبی کا خطاب مجھے دیا گیا۔	روحانی خزائن، ج:۲۲،ص:۱۵۴

مرزا قادیانی کے یہ تضادات اس کے کذاب ہونے کے واضح ثبوت ہیں۔

معیار نمبر ۱۸: نبی کی موجودگی میں اُمّت پر عذاب نہیں آتا:

انبیاءِ کرام علیہم السلام کی موجودگی میں ان کی نافرمان کافر اُمّتوں پر عذاب نہیں آتا۔قرآن مجید سے ثابت ہے کہ اللہ تعالیٰ نے جب بھی کسی قوم پر عذاب بھیجنا چاہا پہلے اس قوم کے نبی اور ان پر ایمان لانے والوں کو اس بستی یا شہر سے نکلنے کا حکم دیا اور ان کے وہاں سے چلے جانے کے بعد اس آبادی پر عذاب آیا اور وہ بستیاں تہس نہس کر دی گئیں۔

قریش مکہ نے جب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے مطالبہ کیا کہ اگر آپ اللہ تعالیٰ کے سچے نبی ہیں تو ہم پر آسمان کا ٹکڑا گرا دیں تو اللہ تعالیٰ نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو مخاطب کر کے فرمایا: وَ مَا كَانَ اللّٰهُ لِيُعَذِّبَهُمْ وَ اَنْتَ فِيْهِمْ. (الانفال:۳۳) (ترجمہ: اور اللہ ہرگز ان پر عذاب نازل نہیں کرے گا جب تک آپ ان میں رہتے ہیں)

مرزا قادیانی بھی اس قاعدہ کو مانتے ہوئے لکھتا ہے:

''اگر وبائی جگہ پر خدا کا نبی جائے تو وہاں آرام ہوتا ہے''۔ (ملفوظات، ج:۳، ص:۱۴۱ طبع جدید)

''مجھے ایک الہام میں معلوم ہوا تھا کہ اگر لوگوں کے اعمال میں اصلاح نہ ہوئی تو طاعون کسی وقت جلد پھیلے گی اور سخت پھیلے گی، ایک گاؤں کو خدا محفوظ رکھے گا۔ وہ گاؤں پریشانی سے بچایا جائے گا میں اپنی طرف سے گمان کرتا ہوں کہ وہ گاؤں غالباً قادیان ہے''۔ (مکتوب احمد، جلد: دوم، ص:۲۴۲)

''اور وہ قادر خدا قادیان کو طاعون کی تباہی سے محفوظ رکھے گا تم سمجھو کہ قادیان اسی لیے محفوظ رکھی گئی ہے کہ وہ خدا کا رسول اور فرستادہ قادیان میں تھا اب دیکھو...... قادیان طاعون سے پاک ہے''۔ (دافع البلاء مندرجہ ذیل روحانی خزائن، ج:۱۸، ص:۲۲۵، ۲۲۶)

''خدا تعالیٰ بہرحال جب تک طاعون دنیا میں رہے گو ستر برس تک رہے قادیان کو اس کی خوف ناک تباہی سے محفوظ رکھے گا کیونکہ یہ اس کے رسول کا تخت گاہ ہے اور یہ تمام اُمتوں کے لیے نشان ہے''۔ (دافع البلاء، روحانی خزائن، ج:۱۸، ص:۲۳۰)

طاعون کی قادیان میں آمد:

۱۔ ''اس جگہ طاعون سخت تیزی پر ہے ایک طرف انسان بخار میں مبتلا ہوتا ہے اور صرف چند گھنٹوں میں مر جاتا ہے۔ خدا تعالیٰ خوب جانتا ہے کہ کب تک یہ ابتلا دور ہو۔ لوگ سخت ہراساں ہو رہے ہیں زندگی کا اعتبار اٹھ گیا ہے۔ ہر طرف چیخوں اور نعروں کی آواز آتی رہی ہے قیامت برپا ہے اب میں کیا کہوں اور کیا رائے دوں''۔ (مکتوبات احمد، ۲/۲۵۸)

۲۔ ''بڑی غوثاں کو تپ ہو گیا تھا اس کو گھر سے نکال دیا گیا ہے لیکن میری دانست میں اس کو طاعون نہیں ہے احتیاطاً نکال دیا ہے اور ماسٹر محمد دین کو تپ ہو گیا اور گلٹی بھی نکل آئی اس کو بھی باہر نکال دیا ہے۔ غرض ہماری اس طرف بھی کچھ زور طاعون کا شروع ہے بہ نسبت سابق کچھ آرام ہے''۔ (مکتوبات احمد، ج: دوم، ص:۲۲۷)

۳۔ ''باقی اس جگہ زور طاعون کا بہت ہو رہا ہے کل آٹھ مرے تھے اللہ تعالیٰ اپنا فضل و کرم کرے آمین''۔ (مکتوبات احمد، ج: دوم، ص:۲۶۸)

۴۔ ''اس جگہ قادیان میں آج کل طاعون کا بہت زور ہے اردگرد کے دیہات تو قریباً ہلاک ہو چکے ہیں''۔ (مکتوبات احمد، ج: دوم، ص:۲۶۹)

۵۔ ''قادیان میں ابھی تک کوئی نمایاں کمی نہیں ہے ابھی اس وقت جو لکھ رہا ہوں ایک ہندو بیجناتھ نام جس کا گھر گویا ہم سے دیوار بہ دیوار ہے چند گھنٹہ بیمار رہ کر راہی ملک بقا ہوا۔ (مکتوبات احمد، ج: دوم، ص:۲۷۰)

قارئین کرام! یہ قاعدہ قرآن مجید سے ثابت ہے کہ انبیاء کرام علیہم السلام کی موجودگی میں ان کی اُمتوں پر عذاب نہیں آتا لیکن مرزا قادیانی کی موجودگی میں اس کی اُمت بلکہ خود اس کے متعلقین پر طاعون کا عذاب آیا۔ نتیجہ کیا برآمد ہوتا ہے آپ خود سوچ لیں۔

(جاری ہے)

سیرت طیبہ اور انشورنس

زاد المعاد کے اردو ترجمہ از رئیس احمد کا سرسری جائزہ (قسط: ۸)

علامہ محمد عبداللہ رحمۃ اللہ علیہ

میثاقِ مدینہ اور دیت:

قارئین بخوبی جانتے ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم جب ہجرت فرما کر مدینہ منوّرہ تشریف لائے تو حالات غیر یقینی تھے۔ حضورِ اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کو یہودیوں کی ریشہ دوانیوں کا پہلے سے علم تھا۔ یہاں آنے کے بعد ان سے پالا پڑنا ناگزیر تھا، دوسرا اوس اور خزرج میں ایک خاصا بڑا گروہ منافقین کا پیدا ہو گیا۔ ادھر قریش مکہ کی سازشیں تیز تر ہو گئیں۔ ان حالات میں یثرب (جس کا نام اب مدینہ طیبہ ہو گیا تھا) میں قائم ہونے والے عملداری کو اندرونی خطرات سے حتی الامکان محفوظ کرنا ضروری تھا۔ چنانچہ ایک تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے مواخات کا سلسلہ قائم فرمایا تا کہ اندورنی حالات پُرسکون ہوں۔ دوسرا آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے مسلمانوں اور یہودیوں کے درمیان ایک معاہدہ کرایا، جو باقاعدہ لکھا گیا اور فریقین کو اس کا پابند کیا گیا۔ اس معاہدہ کی تفصیل سیرت ابن ہشام، جلد اوّل میں موجود ہے، اسی سے چند اقتباسات علامہ شبلیؒ نے اپنی کتاب سیرت النبی ﷺ میں لیے ہیں۔ اس کی جو بات یہاں نقل کرنا مقصود ہے، وہ یہ ہے کہ اس میں انصار کی ایک ایک شاخ کا نام لے کر یہ لکھا گیا: '' **علی رِبْعَتِهِم يَتعاقلون مَعاقلهم** '' کہ حسب سابق یہ لوگ آپس میں ایک دوسرے کا دیت کا بوجھ اٹھاتے رہیں گے اور ضرورت پڑنے پر اپنے قیدی کو بھی چھڑواتے رہیں گے۔ پھر یہودیوں کی ایک ایک شاخ کا نام لے کر ان کو شریک معاہدہ قرار دیا گیا۔

قدیم نظام دیت کی بنیاد سو فیصد تعاون **علی البرّ والتقویٰ** پر تھی۔ یہ امداد باہمی کی ایک نہایت عمدہ شکل تھی، جو آج بھی اسلامی شریعت کی رُو سے باقی ہے۔ ہوسکتا ہے کہ اسی کو دیکھ کر یورپ میں '' **التأمین التجاری** '' کا سلسلہ شروع کیا گیا ہو۔ ایک روایت تو یہ ہے کہ جب اندلس میں مسلمانوں کی حکومت کا آفتاب نصف النہار پر تھا، انھوں نے امدادِ باہمی کے اصول اور جذبہ کے تحت بحری تاجروں کو نقصان سے بچانے کے لیے اس کی بنیاد ڈالی۔ دوسری روایت کے مطابق اٹلی کے تاجروں نے اس کا آغاز کیا۔ بہر حال کم و بیش چھ سو سال پہلے یہ بیمہ (INSURANCE) کا سلسلہ جاری ہوا اور یہ بات یقینی ہے کہ اس کی بنیاد نیک جذبات پر تھی...... مگر خانہ خراب ہو اس یہودی تمدن کا کہ وہ لوگ ہر بات کو Commercial Point Of View یعنی کاروباری نقطۂ نظر سے دیکھتے اور سوچتے ہیں۔ چنانچہ انھوں نے اس مفید اور جائز پروگرام میں ترمیم کر ڈالی اور جس چیز کا مقصد، مخلوقِ خدا کو نفع پہنچانا تھا، اسے آمدنی کا ذریعہ بنا ڈالا۔ موجودہ انشورنس (بیمہ) انھی کے ناپاک ذہن کی پیداوار ہے۔ استاذ ابو زہرہ فرماتے ہیں:

'' **ان التأمین کان تعاونیا و لکن الیهود الذین استووا علی الاقتصاد بعد عصر**

......قد حوَّلوہ من التعاون إلى الاستغلال الواضح " (عقود التأمين)

ترجمہ: بیمہ شروع میں امداد باہمی کی ایک شکل میں نمودار ہوا۔ لیکن جب ایک زمانہ کے بعد یہودیوں کا اقتصادیات پر تسلط ہو گیا تو انھوں نے اسے امداد باہمی سے نکال کر واضح کمائی کے ذریعے میں بدل دیا۔

اب آیے، ایک نظر اس پر ڈال لیجیے کہ نظام دیت اور لائف انشورنس (بیمہ زندگی) میں کیا فرق ہے؟

لائف انشورنس (بیمہ زندگی)	اسلامی نظامِ دیت
۱۔ جو شخص اپنی زندگی کا بیمہ کرانا چاہے، پہلے وہ بیمہ کمپنی کے مقررہ ڈاکٹر سے اپنا میڈیکل چیک اپ (طبی معائنہ) کرائے تاکہ اندازہ ہو سکے کہ اگر کوئی حادثہ پیش نہ آئے تو کتنا عرصہ مزید زندہ رہ سکتا ہے۔	اس طرح کا کوئی سوال نہیں
۲۔ کمپنی اور بیمہ کرانے والے کے درمیان ایک معاہدہ ہوتا ہے جس میں طے پاتا ہے کہ اتنے سالوں میں وہ شخص کمپنی کو اتنی رقم ادا کرے گا۔ اس رقم کو پالیسی اور بیمہ کرانے والے کو ''پالیسی ہولڈر'' کہا جاتا ہے۔	اس طرح کا کوئی سوال نہیں
۳۔ پالیسی کی رقم کی اقساط بن جاتی ہیں، ہر قسط کو پریمیم (Premium) کہا جاتا ہے۔	اس طرح کا کوئی سوال نہیں
۴۔ اگر پالیسی ہولڈر، چند اقساط کے بعد رقم جمع کرانا بند کر دے، تو سابقہ جمع شدہ رقم سوخت (Lapse) ہو جاتی ہے۔	اس طرح کا کوئی سوال نہیں
۵۔ اگر مقررہ مدت کے اندر پالیسی ہولڈر مر جائے تو طے شدہ رقم اس کے وارثوں کو ملے گی، خواہ اس نے چند ہی قسطیں جمع کرائی ہوں۔	اس طرح کا کوئی سوال نہیں
۶۔ اگر مقرر مدت کے ختم ہو جانے کے بعد بھی پالیسی ہولڈر زندہ رہ جائے تو پالیسی کی جمع شدہ رقم مع سود اسے مل جائے گی۔	اس طرح کا کوئی سوال نہیں

(الف) اب آپ غور فرمایے، نظامِ دیت میں سوسائٹی کے ہر فرد کو فائدہ پہنچ سکتا ہے، خواہ وہ کتنا غریب کیوں نہ ہو۔ اس کے برخلاف بیمہ زندگی وہی شخص کرا سکتا ہے جو باقاعدگی سے پریمیم ادا کر سکتا ہو۔

(ب) شق نمبر ۴ کو دیکھیے، اگر ایک شخص نے پالیسی لے لی، مگر بعد میں وہ اس کاروبار کو ناجائز سمجھ کر یا اپنے مالی حالات کے مدنظر اس کو بند کرنا چاہتا ہے، تو کمپنی جمع شدہ رقم ضبط کر لیتی ہے۔ یہ صریح **اکل اموال الناس بالباطل** (یعنی ناحق کسی کا مال کھا جانا) ہے۔

(ج) شق نمبر ۵ کو دیکھیے، آدمی یہ معاملہ اسی توقع پر کرتا ہے کہ تھوڑی سے رقم لگا کر زر خطیر حاصل کی جا سکتی ہے۔ اسے

قمار اور عرف میں (LOTTERY) کہا جاتا ہے۔
(د) شق نمبر ۶ کو دیکھیے، ظاہر ہے کہ اس میں تو سود کی لعنت موجود ہے۔

ایک سوال اور اس کا جواب:

ہوسکتا ہے کہ، جیسا کہ علماء پر عموماً تنگ نظر اور حالات زمانہ سے بے خبر ہونے کی پھبتی کسی جاتی ہے، بلکہ اعتراض کرنے والے کا بلڈ پریشر ہائی ہو رہا ہو تو ''دقیانوسی مُلّا'' کی گالی بھی دی جاتی ہے، اس وقت کوئی قاری، راقم السطور کو بھی اس سلوک کا مستحق قرار دے تو ہم پیشگی عرض کیے دیتے ہیں کہ موجودہ دور کی انشورنس جس میں سود کا پہلو نمایاں ہے، کیا اللہ کے رسول ﷺ اور خلفاءِ راشدین کی جلیل القدر ہستیوں سے اس بات کی توقع کی جا سکتی ہے کہ وہ ایک ایسے معاملہ کو جائز قرار دیں، جس کے بارے میں اللہ رب العزت کی طرف سے یہ وعید آ چکی ہو؟

فَاِنْ لَّمْ تَفْعَلُوْا فَأْذَنُوْا بِحَرْبٍ مِّنَ اللّٰهِ وَ رَسُوْلِهٖ (سورت بقرہ:۲۷۹)

ترجمہ: اگر تم باز نہ آئے تو اللہ اور اس کے رسول کی طرف سے اعلانِ جنگ سن لو۔

ایک اور تقاضائے احتیاط:

اللہ نے اور اللہ کے رسول (ﷺ) نے تو منہ سے ایسی بات نکالنے کی رکاوٹ کر دی ہے جس سے باطل کو حق میں شامل ہو جانے کی راہ ملتی ہو۔ چند مثالیں دیکھیے:

۱۔ قرآن پاک، سورۂ بقرہ کی آیت نمبر ۱۰۴ میں فرمایا گیا:

''يَا اَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تَقُوْلُوْا رَاعِنَا وَ قُوْلُوْا انْظُرْنَا''

ترجمہ: اے ایمان والو! تم ''رَاعِنَا'' نہ کہا کرو اور ''انْظُرْنَا'' کہا کرو۔

قصہ یوں ہے کہ جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم، صحابۂ کرام سے کچھ ارشاد فرماتے تو بعض صحابہ عرض کرتے ''رَاعِنَا''، یعنی حضور! ہماری بھی رعایت فرمائیے۔ بدبخت یہودی اس لفظ کو بگاڑ کر اپنے دل میں اور معنیٰ مراد لیتے یا تو وہ اس کو ''راعینا'' پڑھتے (یعنی او ہمارے چرواہے) یا پھر ''راعن'' کے لفظ کو ''رعونه'' سے مشتق تصور کر کے بولتے۔ ہر صورت میں شانِ اقدس میں گستاخی کا پہلو نکلتا۔

نعوذ باللہ، صحابہؓ کے دل میں تو ایسی کوئی بات قطعاً نہ ہوتی، لیکن اللہ کی ذات علیم بذات الصدور تھی۔ اسے معلوم تھا کہ اس لفظ کے استعمال سے یہودیوں کی بدباطنی کیا رنگ دکھاتی ہے۔ اس لیے اس لفظ کی رکاوٹ فرما دی گئی اور حکم دیا گیا کہ مسلمانو! تم آئندہ ''انْظُرْنَا'' (ہماری طرف نگاہِ التفات فرمائیے) کہا کرو۔

۲۔ عربوں میں رواج تھا کہ وہ انگور کو الکرم کہا کرتے تھے، کیونکہ وہ یہ سمجھتے تھے کہ انگوروں سے شراب تیار ہوتی ہے اور شراب نوش آدمی طبعاً فیاض اور سخی ہوتا ہے اور کرم کے معنیٰ سخاوت، فیاضی۔ تو جب شراب حرام ہوگئی تو انگور کو الکرم کہنے کی ممانعت فرما دی گئی تاکہ انگور کا نام لیتے ہوئے شراب کی تعریف کا پہلو سامنے نہ آئے۔ (صحیح مسلم)

۳۔ اگر کسی آدمی کی طبیعت بدمزہ ہو رہی ہو تو عربی زبان میں اس کے لیے ایک تو لفظ آتا ہے ''لقست نفسی''

دوسرا لفظ ہے ''خبثت نفسی''۔ حدیث شریف میں دوسرے لفظ کے استعمال کی رکاوٹ فرمائی گئی کیونکہ ''خبثت'' سے ایک اور معنیٰ بھی نکل سکتے ہیں کہ خباثت، جو ایک نہایت بری صفت ہے، اس کا اپنی طرف نسبت کرنا، آدابِ گفتگو کے خلاف ہے۔ (بخاری و مسلم)

۴۔ اس سلسلہ میں اور بھی کئی مثالیں کتب حدیث سے پیش کی جا سکتی ہیں، لیکن ہم انھی پر اکتفا کرتے ہوئے عرض گزار ہیں کہ ایک طرف شریعت مطہرہ کا یہ درس احتیاط، دوسری طرف جناب ڈاکٹر حمید اللہ صاحب کی یہ فراخ دلی کہ وہ آنحضرت ﷺ کے ایک عمل کو ایسے لفظ سے تعبیر کرتے ہیں، جو غلیظ اور ناپاک معنوں میں استعمال ہوتا ہے اور جس سے ایک غلیظ کاروبار کو مفاد پہنچنے کا اندیشہ ہے۔ راقم السطور اور کسی کی بات نہیں کرتا، خود میرے ساتھ ہی یہ واقعہ گزرا کہ میرا ایک پڑھا لکھا عزیز جو لائف انشورنس کے کام سے وابستہ ہے، انشورنس کے جواز کا ثبوت مہیا کرنے کے لیے ڈاکٹر صاحب کے خطبات سے دو صفحے فوٹو اسٹیٹ کرالایا۔

زاد المعاد کے اردو ترجمہ از رئیس احمد کا سرسری جائزہ:

الحاج حبیب الرحمٰن خاں (خان بہادر) مرحوم، راقم السطور کے ایک کرم فرما تھے۔ مسلم یونیورسٹی علی گڑھ کے پرانے گریجویٹ تھے۔ دینی اقدار سے محبت انھیں ورثے میں ملی تھی، اسی چیز نے اخیر عمر میں انھیں شیخ العصر حضرت مولانا خان محمد صاحب کی بارگاہ رشد و ہدایت تک پہنچایا تھا۔ مذہبی کتب کے مطالعہ سے ان کی زندگی کا شاید ہی کوئی دن خالی رہا ہو گا۔ ایک مرتبہ انھوں نے مجھ سے سیرت طیبہ کی ایسی کتاب کے بارے میں دریافت کیا جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی حیات مبارکہ کے تمام پہلوؤں پر مشتمل ہو، علامہ شبلی نعمانیؒ اور مولانا سید سلیمان ندویؒ کی سیرت النبی ﷺ وہ بار ہا دیکھ چکے تھے۔ میں نے انھیں علامہ ابن قیمؒ کی زاد المعاد کا پتہ دیا۔ رئیس احمد جعفری کا کیا ہوا ترجمہ، نفیس اکیڈمی کراچی کی طرف سے تازہ بازار میں آیا ہوا تھا۔ مرحوم نے فوراً یہ ترجمہ خرید کر اسے دیکھنا شروع کر دیا۔ اپنی پسند یا ناپسند کے بارے میں تو انھوں نے کبھی میرے سامنے کوئی اظہارِ رائے نہ کیا لیکن تھوڑے ہی عرصہ بعد ترجمہ کے پہلے دو حصے مجھے دے دیے۔ یہ دونوں حصے ایک عرصہ تک یوں ہی میرے پاس رکھے رہے۔ کبھی ان کو اٹھا کر دیکھنے کی نوبت نہ آئی۔ ایک دن فرصت کے چند لمحات گزارنے کے لیے جلد اوّل میں نے ہاتھ میں لی، بعض بعض جگہ محسوس ہوا کہ ترجمہ صحیح نہیں کیا گیا، اس کے بعد میں نے عربی نسخہ نکالا، اب جو اردو ترجمہ کا اس سے موازنہ کیا تو میری حیرت کی کوئی حد نہ رہی۔ راقم جعفری صاحب کے بارے میں حسنِ ظن تھا کہ ایک تو وہ علمِ حدیث میں حضرت مولانا حیدر حسن خاںؒ جیسے جلیل القدر عالم کے شاگرد ہیں، ثانیاً وہ ندوی ہی، اس لیے ان کا علم بھی قابلِ اعتماد ہوگا اور قلم بھی، مگر اب پتہ چلا کہ: خود غلط بود آنچہ ما پنداشتیم۔

جعفری صاحب اپنی تصنیفی کاوشوں کو ناول نویسی اور زیادہ سے زیادہ سوانح نگاری تک محدود رکھتے تو بہتر ہوتا۔ حدیث یا سیرت طیبہ کی کسی کتاب کو ہاتھ نہ لگاتے: تم یہ احساں جو نہ کرتے، تو احساں ہوتا۔

حدیث کے ایک طالب علم ہونے کی حیثیت سے ان کا کیا مقام تھا؟ خدا گواہ ہے کہ محض جذبہ: ''الدین النصیحة'' کے تحت، راقم ان کے بارے میں یہ ریمارکس دینے پر مجبور ہے:

(الف) جعفری صاحب علم حدیث میں اتنی بھی قابلیت نہیں رکھتے، جتنی کہ مشکوٰۃ پڑھنے والے ایک ذی استعداد طالب علم سے توقع کی جاسکتی ہے۔

(ب) وہ علمی اصطلاحات سے ناآشنا ہیں، اس لیے ترجمہ میں مضحکہ خیز غلطیاں کر گزرتے ہیں۔

(ج) وہ عربی زبان بھی پوری طرح نہیں جانتے، صرف و نحو کے بارے میں ان کی استعداد بالکل سطحی سی ہے۔

(د) ایک علمی کتاب کے ترجمہ میں مترجم کی جو ذمہ داریاں ہوتی ہیں، جعفری صاحب قطعاً ان کو ملحوظ نہیں رکھتے، اس لیے ترجمہ میں غلطیاں آجانے سے کتاب کے بیش بہا علمی افادات، پہیلیاں بن کر رہ جاتے ہیں۔

(ہ) وہ صرف ترجمہ نہیں کرتے، بلکہ جگہ جگہ تلخیص بھی کر دیتے ہیں، پھر نہ تو اس کے لیے کوئی معیار قائم کرتے ہیں اور نہ قارئین کو اس سے آگاہ کرتے ہیں۔ ایسا معلوم ہوتا ہے کہ جہاں انھیں ترجمہ میں دشواری کا سامنا ہوتا ہے، وہاں وہ چند سطریں یا کہیں کہیں صفحے کے صفحے حذف کر دیتے ہیں۔

(و) زادالمعاد کے ترجمہ کو دیکھ کر اندازہ ہوتا ہے کہ جعفری صاحب کا ''دین داری'' کا پہلو خاصا کمزور ہے، اس لیے وہ بعض اوقات فقہی مسائل کو نظر انداز کر دیتے ہیں یا پھر متجد دین زمانہ کی عام روش کے مطابق بڑے ہی وثوق کے ساتھ اپنی رائے کا اظہار شروع کر دیتے ہیں، جس کا ''ایاز! قدر خود بشناس'' کے تحت انھیں کوئی حق نہیں پہنچتا۔

اگر جعفری صاحب آج بقید حیات ہوتے تو راقم السطور ان سے معذرت کرتا کہ ان کے بارے میں اوپر جو کچھ لکھا گیا ہے، خالصاً اسی جذبہ کے تحت لکھا گیا ہے، جس کے تحت اسماء الرجال کی کتب رواۃ حدیث کے بارے میں رد و قدح سے بھری ہوئی ہیں۔ **واللہ علیم بذات الصدور.**

یہاں پر یہ واضح کر دینا بھی ضروری ہے کہ جعفری صاحب کے ترجمہ کو بالاستیعاب دیکھنے کی نہ تو فرصت ہے، نہ ضرورت، جستہ جستہ دیکھنے سے جو غلطیاں سامنے آئیں، ان کی نشان دہی کر دی گئی ہے، ورنہ تو کتاب کا کوئی سا صفحہ کھول کر دیکھ لیا جائے دو چار غلطیاں ضرور ہی نکل آئیں گی۔

کچھ اور بھی ہیں کام ہمیں اے غمِ جاناں
کب تک کوئی الجھی ہوئی زلفوں کو سنوارے

ذیل میں جعفری صاحب کے ترجمہ کی غلطیوں کی چند مثالیں درج ہیں:

۱۔ علامہ ابن قیمؒ، بلد الحرام (مکۃ المکرّمہ) کی خصوصیات بیان کرتے ہوئے لکھتے ہیں کہ قضاءِ حاجت کے وقت اس کی طرف رخ یا پیٹھ کرنا حرام ہے اور زیادہ صحیح مذہب یہ ہے کہ ''**لا فرق فی ذلک بین الفضاء و البنیان**'' یعنی اس بارے میں کھلے میدان اور عمارت میں کوئی فرق نہیں ہے۔ مگر جعفری صاحب ''البنیان'' کا ترجمہ ''بیابان'' سے کرتے ہیں، لکھتے ہیں کہ ''یہ پابندی ہر جگہ ہے خواہ وہ میدان ہو یا بیابان''۔ (ترجمہ اردو، ص:۴۲)

۲۔ مصنف زادالمعاد، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا نسب بیان کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

'' و لا خلاف بینھم ان عدنان من ولد اسمٰعیل علیہ السلام ، و ان اسمٰعیل ھو

الـذبيـح عـلى القول الصواب عند علماء الصحابة و التابعين و من بعدهم. و اما القول بانه اسحٰق، فباطلٌ''

ترجمہ: علماءِ انساب میں کوئی اختلاف نہیں ہے کہ عدنان، حضرت اسماعیل علیہ السلام کی اولاد میں سے ہیں اور حضرت اسماعیل ہی ذبیح ہیں۔ صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم، تابعین رحمہم اللہ اور بعد کے علماء کے نزدیک یہی قول صحیح ہے اور یہ کہنا کہ حضرت اسحاق ذبیح ہیں، غلط ہے''۔

جعفری صاحب کا ترجمہ:

''اور یہ (عدنان) حضرت اسماعیل الذبیح علیہ السلام کی اولاد میں سے تھے، صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم، تابعین رحمہم اللہ اور جمہور علماءِ کرام کی یہی تحقیق ہے اور بعض کہتے ہیں کہ اسحاق علیہ السلام کی اولاد میں سے تھے اور یہ غلط ہے''۔ (ترجمہ اردو، ج:۱، ص:۶۲)

ملاحظہ کیجیے! بات کچھ سے کچھ بنا دی گئی ہے، مصنف جس اختلاف کا ذکر کر رہے ہیں، وہ یہ ہے کہ ذبیح اللہ کون ہیں؟ حضرت اسماعیل علیہ السلام یا حضرت اسحاق علیہ السلام؟ مگر جعفری صاحب اصل مسئلہ کو چھوڑ کر اسے لے بیٹھے کہ عدنان کس کی اولاد میں سے ہیں۔ حالانکہ کسی اپنے یا پرائے نے یہ نہیں لکھا کہ عدنان حضرت اسماعیل علیہ السلام کی اولاد میں سے نہیں ہیں، حضرت اسحاق علیہ السلام کی اولاد میں سے ہیں۔

۳۔ آگے حضرت علامہ ابن قیمؒ مزید اس مسئلہ پر گفتگو کرتے ہیں کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کے کون سے صاحبزادے ''ذبیح'' ہیں، اس سلسلہ میں اہلِ کتاب یہود و نصاریٰ کے قول (وہ حضرت اسحاق علیہ السلام کو ذبیح مانتے ہیں) کی تردید کرتے ہوئے اپنے استاد شیخ الاسلام ابن تیمیہؒ کا ایک استدلال نقل کرتے ہیں:

''ان کا قول خود ان کی کتاب کی رو سے باطل ہے کیونکہ اس میں لکھا ہے: ان الـلّٰـه امـر ابراهيم ان يذبح ابنه بكره و في لفظ وحيده و لا يشك اهل الكتاب مع المسلمين ان اسمٰعيل هو بكر اولاده''

اس عبارت کا صحیح ترجمہ یہ ہے: اللہ تعالیٰ نے حضرت ابراہیم علیہ السلام کو حکم دیا کہ وہ اپنے پہلوٹے بیٹے کو ذبح کریں اور ایک روایت میں اکلوتے کا لفظ آیا ہے۔ اب مسلمانوں کے ساتھ اہل کتاب کو بھی کوئی شک نہیں کہ حضرت اسماعیل علیہ السلام ہی آپ کے پہلوٹے بیٹے ہیں۔ (لہٰذا وہی ذبیح ہوئے)

جعفری صاحب نے خط کشیدہ لفظ بکر کا ترجمہ غلط کر کے کیا گل کھلائے ہیں؟

قارئین ملاحظہ فرمائیں، وہ لکھتے ہیں:

''اللہ تعالیٰ نے حضرت ابراہیم علیہ السلام کو حکم دیا کہ باوجود نہ چاہنے کے اپنے بیٹے کو اور ایک روایت کے مطابق اپنے اکلوتے بیٹے کو ذبح کر دیں، اب اہل کتاب اور مسلمان دونوں اس بات پر متفق ہیں کہ حضرت اسماعیل علیہ السلام ان کی نرینہ اولاد ہیں''۔ (زاد المعاد اردو، ج:۱، ص:۶۲)

جعفری صاحب نے پہلی جگہ بکرہ کو بِکُرِہٖ پڑھا اور معنیٰ غلط کر دیا، دوسری جگہ بکر کا ترجمہ نرینہ سے کیا۔ تعجب ہے کہ نہ تو حضرت کے سامنے کوئی لغت تھی کہ اسے اٹھا کر بکر کا ترجمہ دیکھ لیتے، نہ پھر آگے کتاب میں انھیں یہ جملہ نظر آیا کہ ''بکر الاولاد احب الی الوالدین عمن بعده'' (یعنی پہلوٹی اولاد والدین کے نزدیک بعد والی سے زیادہ پیاری ہوتی ہے۔ بندۂ خدا نے یہ نہ سوچا کہ بکر کا ترجمہ نرینہ ہو تو پھر من بعده کا کیا مطلب ہوگا)۔ پھر یہ بھی نہ سوچا کہ حضرت اسحاق علیہ السلام بھی تو بیٹے اور نرینہ اولاد تھے۔ حضرت اسماعیل علیہ السلام کو بکر کہنے کی تخصیص کی کیا وجہ ہو سکتی ہے؟

۴۔ ازواجِ مطہرات کے ذکر میں حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے حالات میں حافظ ابن قیم تحریر فرماتے ہیں:

و قیل: انها اسقطت من النبی صلّی اللّٰه علیه وسلّم سقطاً و لم یثبت.

اس کا صحیح ترجمہ یہ ہے: بعض لوگ کہتے ہیں کہ بی بی صاحبہ کا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے ایک حمل ساقط ہوا تھا، مگر یہ بات پایۂ ثبوت کو نہیں پہنچتی۔

جعفری صاحب اس کا ترجمہ کرتے ہیں اور عربی زبان کے ساتھ تاریخ نبوت کا بھی خون کرتے ہیں، ملاحظہ ہو:

''ایک روایت کے مطابق نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ان سے کچھ دیر کے لیے مقاطعہ کیا تھا، لیکن یہ روایت پایۂ ثبوت کو نہیں پہنچتی''۔ (ص:۹۰)

۵۔ اُمّ المؤمنین حضرت اُمِّ حبیبہ رضی اللہ عنہا کا حال لکھتے ہوئے حافظ ابن قیمؒ نے ایک روایت نقل کی ہے کہ یہ عقد حضرت ابوسفیان رضی اللہ عنہ کی درخواست پر ہوا تھا۔ پھر اس روایت پر علمی بحث کی ہے، ترجمہ میں غلطیاں آجانے سے پوری بحث، چیستاں بن کر رہ گئی ہے۔ کتاب میں ایک جملہ ہے: ''**و قد اکثر الناس الکلام فی هذا الحدیث ، و تعددت طرقهم فی وجهه** ''۔ مطلب یہ ہے کہ لوگوں نے اس حدیث میں بڑی لے دے کی ہے اور اس کی توجیہ بیان کرنے میں مختلف صورتیں اختیار کی ہیں۔ چنانچہ بعد میں مصنف نے چھے توجیہیں نقل کی ہیں۔ مگر جعفری صاحب علمی اصطلاحات سے ناواقف ہونے کی وجہ سے ترجمہ یوں کرتے ہیں:

''اس روایت پر کافی جرح بھی کی گئی ہے اور اسناد میں بھی اختلاف ہے''۔ (ترجمہ اردو: ص:۹۴)

۶۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے مکتوبات کا ذکر کرتے ہوئے علامہ ابن قیمؒ فرماتے ہیں: ''**فاتخذ خاتماً من فضة** ''، یعنی خطوط پر مہر لگانے کے لیے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے چاندی کی ایک انگوٹھی بنوالی، مگر جعفری صاحب لکھتے ہیں:

''سونے کی انگوٹھی''۔ (ترجمہ ج:۱، ص:۱۰۰)

معلوم ہوتا ہے کہ جعفری صاحب کو ''**فضة**'' کا صحیح معنیٰ معلوم ہی نہیں تھا، وہ اور بھی کئی جگہ اس کا ترجمہ ''سونا'' سے کرتے ہیں۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ایک پیالے کے بارے میں لکھا ہوا ہے: ''**مضبب بسلسلة من فضة**'' یہاں بھی وہ ''سونے کی زنجیر'' لکھتے ہیں۔ (ج:۱، ص:۱۰۹)

۷۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے لباس کا ذکر کرتے ہوئے مصنف علّام، صحیح بخاری سے ایک روایت نقل کرتے ہیں:

'' ان النبی صلّی اللّٰه علیه وسلم نهٰی عن المیاثر الحمر ''. میاثیر ، ''میثرة'' کی جمع ہے، جس

کے معنیٰ ہیں بچھونا یا وہ کپڑا جو خوشنمائی کے لیے گھوڑے وغیرہ کی زین پر ڈال دیا جائے، اور ''حمر''، حمراء کی جمع ہے بمعنیٰ ''سرخ''۔ صحیح ترجمہ یوں ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے سرخ بچھونوں سے رکاوٹ فرمائی ہے۔

مگر جعفری صاحب ''حمر'' (بسکون المیم) کو ''حمر'' (بضم المیم) پڑھتے ہیں، جو ''حمار'' کی جمع ہے اور آپ اس کا ترجمہ یوں کرتے ہیں:

''نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے گدھوں کی سرخ کاٹھیوں سے منع فرمایا''۔ (ج:۱،ص:۱۱۳)

کرشمہ دیکھیے کہ بیک وقت حمر کا ترجمہ ''گدھوں'' سے بھی کر رہے ہیں اور ''سرخ'' سے بھی۔ لفظ ایک ہے، معنی دو۔ پھر یہ بھی نہیں دیکھتے کہ عربی عبارت کا خط کشیدہ لفظ مرکب توصیفی ہے نہ کہ مرکب اضافی۔

۸۔ کھانے پینے کے بیان میں مصنف تحریر فرماتے ہیں:

'' و کان لا یأکل متکئاً ، والاتکاء علی ثلاثة انواع ، احدھا: الاتکاء علی الجنب ، والثانی: التربع ، والثالث: الاتکاء علی احدی یدیه واکله بالاخری ، و الثلاث مذمومة ''

اس کا صحیح ترجمہ: آپ سہارا لگا کر نہیں کھاتے تھے، سہارا لگانے کی تین صورتیں ہیں، ایک یہ کہ پہلو پر سہارا لے، دوسری: آلتی پالتی مار کر بیٹھنا، اور تیسری: ایک ہاتھ پر سہارا لے کر دوسرے سے کھانا، اور یہ تینوں صورتیں بری ہیں۔

مگر جعفری صاحب اس عبارت کا ترجمہ یوں کرتے ہیں:

''آپ سہارا لگا کر نہیں کھاتے تھے، آپ تین طرح سے تکیہ لگاتے تھے، کبھی ایک طرف سہارا لگا کر بیٹھتے، کبھی پلتھی مار کر اور کبھی ایک ہاتھ سے سہارا لگاتے اور دوسرے سے کھاتے''۔ (ج:۱،ص:۱۱۹)

جعفری صاحب کو نہ تو پیچھے اپنا لکھا ہوا ''نہیں'' کا لفظ یاد رہا، نہ آگے کتاب میں ''**والثلاث مذمومة**'' لکھا نظر آیا اور یوں ایک غلط بات حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف منسوب کر دی۔

۹۔ رات کو آرام فرمانے، بالخصوص دورانِ سفر پڑاؤ ڈالنے کے بارے میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی سیرت کے ضمن میں ابو حاتم کی ایک روایت نقل کی گئی ہے:

''**کان اذا عرس باللیل توسد یمینه**''۔ ترجمہ یہ ہے کہ جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم رات کو نزول فرماتے تو دائیں بازو کو تکیہ بنا لیتے، مگر جعفری صاحب اس جملہ کا ترجمہ یوں کرتے ہیں:

''آپ ﷺ رات کو کسی منزل پر اترتے تو دائیں پہلو پر آرام فرماتے''۔ (ص:۱۲۷)

پھر دو تین جملے کے بعد کتاب میں یہ لکھا ہے کہ: ''**والتعریس انما یکون قبیل الصبح**''۔ یعنی تعریس رات میں اترنے کو نہیں کہتے صبح سے تھوڑی دیر پہلے اترنے کو کہتے ہیں، مگر جعفری تعریس کا معنی لکھتے ہیں ''اکڑوں بیٹھنا''۔ کاش ان سے دریافت کیا جا سکتا کہ حضرت! جو مسافر رات کو کسی جگہ اترتا ہے، کیا وہ اتر کر اکڑوں بیٹھ جاتا ہے؟ آخر کیا تک بنتی ہے؟ (جاری ہے)

حُسنِ انتقاد

تبصرہ کے لیے دو کتابوں کا آنا ضروری ھے

نام: تلخیص فضل الباری تحریر: شیخ الاسلام مولانا شبیر احمد عثمانی تلخیص: حضرت مولانا ولی محمد رحمہ اللہ

ضخامت: ۱۸۴ صفحات قیمت: ۵۰۰ روپے ناشر: احمد گروپ آف پبلی کیشنز۔ 03138432147

امیر المؤمنین فی الحدیث حضرت امام ابوعبداللہ محمد بن اسماعیل بخاری قدس سرّ ہٗ کی تصنیف لطیف الجامع الصحیح ذخیرۂ حدیث کی معروف ترین اور متداول ترین کتاب ہے۔ ہر زمانے میں امّت کے عالی ترین اہلِ علم نے اس کتاب کے درس وتدریس اور شرح وتفسیر کو اپنا مشغلہ بنایا ہے، جو اس کتاب کی عظمت اور رفعت کا ایک مستقل ثبوت ہے۔

شیخ الاسلام حضرت مولانا شبیر احمد عثمانی دار العلوم دیوبند کے قابل فخر سپوت اور کبار علماء میں سے تھے۔ حضرت مولانا کی حیات طیبہ کا اکثر حصہ علوم نبوّت کی خدمت گزاری میں صرف ہوا۔ آپ سے کثیر تعداد میں طالبانِ علوم دینیہ نے استفادہ کیا اور آپ کی تصنیفاتِ لطیفہ سے تو ایک عالم آج بھی مستفیض ہو رہا ہے۔ بخاری شریف پر آپ کی درسی تقریر کو آپ کے ایک تلمیذ رشید حضرت مولانا قاضی عبدالرحمٰن رحمہ اللہ نے دو جلدوں میں لکھ کر شائع کیا تھا، یہ شرح بخاری شریف کے ابتدائی ابواب پر مشتمل اور کتاب الطہارۃ تک ہی محیط ہے۔

ہماری علمی سرگرمیوں کی روایت میں بڑی کتابوں اور اہم تصنیفات کو ملخّص اور سہل انداز میں از سرِ نو مرتّب کرنے کا چلن خاصا شائع رہا ہے۔ خود درسِ نظامی میں ہی شامل (مثلاً ہدایہ اور تلخیص المفتاح) متعدّد کتابیں دوسری کتابوں کی ملخّصات ہیں۔ زیرِ تبصرہ کتاب بھی حضرت مولانا شبیر احمد عثمانی کے مذکورہ بالا امالی بعنوان فضل الباری کی تلخیص ہے جسے شیخ الحدیث حضرت مولانا ولی محمد رحمہ اللہ نے سپرد قلم کیا ہے۔ تلخیص کا کام ہمارے زمانے میں کم کم ہوتا ہے۔ کیونکہ تصنیفی سرگرمیوں کی فہرست میں یہ ایک ایسا کام ہے جس میں شہرت اور فضیلت کا چرچا تو اصل صاحبِ تصنیف کا ہوتا ہے اور تلخیص کرنے والے کے ہاتھ میں دنیوی اعتبار سے کم ہی کچھ یافت ہوتی ہے۔ اور اس زمانے میں جب عبادتیں بھی فروخت کی جارہی ہیں کون ایسا زاہد ہوگا جو تصنیف بھی کرے اور شہرت بھی نہ چاہے۔

حضرت مولانا ولی محمد مرحوم ومغفور اللہ سبحانہ وتعالیٰ کے ان عبادِ مخلصین میں شمار ہوتے ہیں (**نحسبہ کذلک واللہ حسیبہ**) جنھوں نے ساری عمر اللہ کے پاک دین کی خدمت میں گزار دی اور حصول شہرت وجاہ کے لیے کچھ بھاگ دوڑ نہ کی۔ آپ حضرت اقدس مولانا احمد علی لاہوری قدس سرّ ہٗ کے مجازِ بیعت اور محدّثِ کبیر حضرت مولانا نصیر الدین غور غشتوی رحمہ اللہ جیسے کبار اہلِ علم کے تلمیذِ رشید تھے۔ تمام عمر درس وتدریس اور افادۂ علومِ ظاہری و باطنی میں صرف کی، ہزاروں تلامذہ ومسترشدین کو اللہ کا پاک نام سکھایا اور علومِ دینیہ کا درس دیا۔ اسی دوران میں تحریری صورت میں بھی بہت سی علمی خدمات چپکے چپکے سرانجام دیتے رہے، جن کو شائع کرانے کی کبھی کوشش تک نہیں کی۔ ان کے انتقال کے بعد ان کے ورثا نے جائزہ لیا تو ایک بہت بڑا سرمایہ حضرت کی تالیفات کا برآمد ہوا جو ابھی اشاعت کا منتظر ہے۔ کتاب کے پس سرورق پر ۲۸ ایسی تالیفات کی فہرست دی گئی ہے جنھیں حضرت مولانا ولی محمد مرحوم ومغفور نے اپنے قلم سے مکمل کیا اور اب وہ ان

کے ورثا کے اشاعتی منصوبے میں شامل ہیں۔ حضرت مولانا کے حالاتِ زندگی کو کتاب میں شامل ضرور کرنا چاہیے تھا۔

حقّا کہ یہی وہ لوگ ہیں دینِ متین کی آبرو جن کی مساعی سے دمکتی ہے۔ ہم جیسے دنیا کے طالب ریا کاروں کے عروج کے اس زمانے میں جب اس قسم کے معدومی کے خطرے سے دوچار بزرگوں کی دینی خدمات سے واقفیت ہوتی ہے تو اپنی بے مائیگی اور بے عملی پر حسرت میں اضافہ ہوتا ہے۔ اللہ تعالیٰ اس حسرت کو عمل کی توفیق میں متبدّل فرمائیں۔

نام: سیرت سیدنا عثمان ذوالنورین رضی اللہ عنہ — تالیف: مولانا ثناء اللہ سعد شجاع آبادی

ضخامت: ۷۲۰ صفحات — قیمت: درج نہیں — تقسیم کار: الہادی للنشر والتوزیع۔ 034573820201

''صبر کے قلعے کے سب سے اونچے برج، حیا کے خیام کی سب سے پکی سہار، سخا کے آسمان کے سب روشن ستارے'' اور مظلومی کی کائنات کے جوہر امیر المؤمنین سیدنا عثمان بن عفّان رضی اللہ عنہ کی ذات گرامی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی پاکیزہ محنت کے مقدس ثمرات میں بھی امتیازی ترین شانِ رفیع کی حامل ہے۔ آپ رضی اللہ عنہ کے وجودِ مطہّر کو کچھ ایسے مکارمِ عالیہ اور مدارجِ رفیعہ بھی نصیب ہوئے جو کائنات میں کسی کو میسر نہیں ہوئے۔ آپ قیامت تک کے لیے آنے والے مؤمنین صابرین کے لیے ایسا بلند معیار قائم کر گئے ہیں کہ اس تک پہنچنے کا سوچنے سے بھی دانتوں پر پسینا آجاتا ہے۔

زیرِ نظر کتاب آپ رضی اللہ عنہ کی حیاتِ پاک، اوصاف عالیہ، محاسنِ کریمہ اور مظلومانہ شہادت کے حوالے سے ایک جامع تر مجموعہ ہے، جسے فاضل مؤرخ اور مؤلّف جناب مولانا ابو محمد ثناء اللہ سعد شجاع آبادی نے ترتیب دینے کی سعادت حاصل کی ہے۔ مولانا ثناء اللہ شجاع آبادی ہمارے زمانے کے موفّق اہلِ قلم میں سے ہیں کہ انھیں بہت لکھنے کا موقع ملا ہے، اور جو انھوں نے لکھا ہے اس کا غالب حصہ حضرت سرورِ دوعالم ختمی مرتبت سیدنا و مولانا محمد رسول اللہ، آپ کے اصحاب گرامی علیہم الرضوان اور مقدّسین امّت کے مبارک احوال و مناقب کے متوازن اور قابلِ اعتماد تذکرے پر مشتمل ہے۔ اس سے بڑی سعادت اور کیا ہوسکتی ہے۔

کتاب کی ترتیب بارہ ابواب پر مشتمل ہے، جن میں صاحبِ سیرت حضرت غنی اکرم رضی اللہ عنہ کی سیرت طیبہ کے مختلف ادوار اور مختلف پہلوؤں پر معلومات جمع کی گئی ہیں۔ مثلاً ان ابواب میں سیدنا عثمان عہدِ رسالت میں، سیدنا عثمان استحقاقِ خلافت اور انتخابِ خلافت، عہدِ خلافت میں سیادت اور قیادت کے قرینے، فتوحاتِ عثمانیہ اور اہم دینی کارنامے، سیدنا عثمان کے سیّدنا علی المرتضیٰ اور دیگر اکابر صحابۂ کرام علیہم الرضوان سے تعلقات، سیدنا عثمان ذوالنورین کے حکامِ سلطنت اور صحابہ کرام کے بارے میں مطاعن کی تحقیق اور ذاتی اوصاف و فضائل کے ابواب مفصّل اور مرتّب انداز میں باندھے گئے ہیں۔

امامِ ثالث راشد و عادلِ برحق رضی اللہ عنہ کی مظلومانہ شہادت تاریخ اسلام کا وہ اندوہناک واقعہ ہے جس کے بعد سے دنیا نبوی زمانے کی امن و امان کی برکات سے محروم ہوئی اور آج تک اُس پاکیزہ دور جیسے سکون کی نعمت سے نا آشنا ہے۔ گویا آپ کی ذاتِ عالی وہ حدِّ فاصل ہے جو دورِ نبوّت اور عام انسانی زمانوں کی حاکمیت کے درمیان جوہری فرق ہے۔ اس طرح آپ کی حیاتِ طیّبہ کا مطالعہ ایک طرح سے خود ذاتِ رسالت مآب صلّی اللہ علیہ وسلم کی سیرت طیّبہ کے تسلسل کا ہی مطالعہ ہے۔ قرآن مجید میں پچھلی امتوں کے جرائم میں انبیاء کو قتل کرنے کے مذموم ترین حرکت کا بیان ملتا ہے۔ سیّدنا و مولانا عثمان بن عفّان رضی اللہ عنہ کی حیاتِ کریمہ اور پھر مظلومانہ شہادت کا تذکرہ پڑھنے سے کسی قدر اندازہ کیا جاسکتا ہے کہ کوئی انسان اتنا کوڑھی اور مریض کیسے ہوسکتا ہے کہ اوصاف نبوّت کے نور سے ایسا عناد پیدا کرلے کہ معاذ اللہ قتل کے بدترین جرم کا

ارتکاب کر گزرے۔ زیرِ نظر کتاب میں سیّدنا عثمان غنی رضی اللہ عنہ کے پس منظر اور واقعات کے حوالے سے دو ابواب میں تفصیلی بحث (ص:۳۸۱ سے ص:۶۴۹ تک) کی گئی ہے جو اس حادثۂ فاجعہ کی ہولنا کی کو سمجھنے میں کسی قدر مددگار رہے۔

کتاب کے آخر میں اشاریہ اور مصادر و مراجع کی فہرست کی ضرورت محسوس ہوتی ہے، خصوصاً اس وجہ سے بھی کہ اکثر اوقات حوالہ دیتے ہوئے مصادر کا پورا تعارف درج نہیں کی گیا، چنانچہ آخر میں کتابیات کا اضافہ ضرور ہونا چاہیے تھا، جو غالباً طوالت کے ڈر سے نہیں کیا گیا۔ پروف کی غلطیوں کی اوسط اندازے کے مطابق ہر تیسرے صفحے پر ایک غلطی کی حد تک ہے۔ جس میں بہت بہتری کی گنجائش ہے۔

نام: مولانا عبیداللہ سندھی اور دیگر مشاہیر تحریر: مولانا غلام مصطفیٰ قاسمی رحمہ اللہ مرتّب: محمد شاہد حنیف
ضخامت: ۳۰۲ صفحات قیمت: ۴۰۰ روپے ناشر: علامہ غلام مصطفیٰ قاسمی چیئر، سندھ یونیورسٹی، جام شورو

مولانا غلام مصطفیٰ قاسمی مرحوم و مغفور ماضی قریب کے معروف محقق اور اہلِ قلم عالمِ دین تھے۔ انھیں امام انقلاب حضرت مولانا عبیداللہ سندھی قدس سرّہ سے استفادہ کرنے کی سعادت حاصل تھی، اور حضرت مولانا سندھی کے اکثر تلامذہ کی طرح وہ بھی اپنے جلیل القدر استاد کے افکار و علوم کے والہ وشیدا اور ان کے محاسن کے تذکرہ خواں رہتے تھے۔ ان کی ساری عمر شاہ ولی اللہ اکیڈمی حیدر آباد سندھ کے نام سے حضرت مولانا سندھی کے معارف طیبہ کی تفہیم و تشریح اور ترتیب و اشاعت میں گذری۔ شاہ ولی اللہ اکیڈمی سے ''الولی'' اور ''الرحیم'' نام کے دو مؤقر جرائد کی اشاعت بھی ان کی ادارت میں ہوتی رہی، جن میں وقیع علمی و فکری مقالات شائع ہو کر اہلِ علم و دانش میں مطبوعِ خاطر اور مقبولِ عام ہوتے رہے۔

زیرِ نظر کتاب حضرت مولانا غلام مصطفیٰ قاسمی کے مختلف شذرات اور مضامین کا مجموعہ ہے جو انھی دونوں رسائل (''الولی'' اور ''الرحیم'') میں مختلف اوقات میں شائع ہوتے رہے۔ کتاب تین حصوں پر مشتمل ہے۔ پہلا حصہ امام سندھی قدس سرّہٗ کے بارے میں مولانا غلام مصطفیٰ قاسمی کے مضامین پر مشتمل ہے، جن میں حضرت سندھی کے بعض شخصی و علمی محاسن کی صورت گری کی گئی ہے۔ دوسرے حصے میں انھی رسائل میں شائع ہونے والے مختلف مشاہیر و اعلام کے تعارفی طرز کے شذرات ہیں۔ ان مشاہیر و اعلام کی غالب اکثریت حضرت مولانا سندھی یا پھر استخلاصِ وطن اور ہندستان کی تحریک آزادی سے ہی کسی نہ کسی حد تک انتساب رکھتی ہے۔ ان شذرات میں سے اکثر کی نوعیت تعزیتی اور اطلاعاتی ہے، لہٰذا ان میں بہت سی اہم تاریخی معلومات یکجا ہو گئی ہیں۔ کتاب کا تیسرا حصہ صاحبِ کتاب مولانا غلام مصطفیٰ قاسمی مرحوم و مغفور کی اپنی سوانح حیات اور کچھ علمی اسفار کی روداد پر مشتمل ہے۔ گویا بحیثیت مجموعی دیکھا جائے تو یہ کتاب تحریکِ آزادیٔ ہند کے اس حلقے کے رجالِ کار کے تعارف پر مشتمل ہے جو حضرت امام سندھی قدس سرّہٗ کی رہنمائی میں آزادیٔ وطن اور غلبۂ دین کی جدّ و جہد میں مشغول تھا۔

کتاب کے آخر میں استفادے کو سہل بنانے کے لیے اشاریہ بھی شامل کیا گیا ہے، جسے خود مرتّب کتاب جناب محمد حنیف شاہد نے ہی تیار کیا ہے۔ اس کتاب کے مضامین ''الولی'' اور ''الرحیم'' کے پرانے فائلوں میں روپوش اور قارئین کی نظروں سے اوجھل تھے، محترم مرتّب تحریکِ ولی اللّٰہی کے مؤرخین اور دلچسپی رکھنے والے قارئین کی جانب سے شکریے کے مستحق ہیں کہ اس اہم تاریخی ذخیرے سے زمانے کی گرد جھاڑ پھونک کر اسے منظر عام پر لائے۔

کتاب کی اشاعت مناسب اور طباعت صاف ستھری ہے، البتہ پروف کی صحت (خصوصاً عربی فارسی عبارات کی تصحیح) پر مزید توجہ کی ضرورت محسوس ہوتی ہے۔ (مبصر: صبیح ہمدانی)

متلاشیانِ حق کو دعوت فکر و عمل　　　　مکتوب نمبر ۱۲

ڈاکٹر آصف

مکرمی و محترمی پیارے احمدی دوست......

پیغمبرانِ خدا کے ساتھ معجزات منسوب ہیں اور اللہ تعالیٰ جب چاہتا ان سے معجزات ظاہر بھی ہو جاتے تھے۔ لیکن کسی پیغمبر نے اپنا مقصد ظہور معجزات دکھانا نہ بتایا اور نہ ہی ان پر اپنی صداقت کی عمارت کھڑی کی۔ کوئی آدمی یہ بتا دے کہ دو دن کے بعد بارش ہوگی اور بارش ہو جائے تو اسے موسمی پیشگوئی کرنے والا تو مانا جا سکتا ہے، لیکن ڈاکٹر تسلیم نہیں کیا جا سکتا۔ نبوت کا مقصد معجزے یا نام نہاد آسمانی نشانات نہیں ہوتے بلکہ انسانوں کو ہدایت اور اصلاح کے لیے اللہ تعالیٰ کا دیا ہوا پیغام ہوتا ہے۔

مرزا صاحب کے مباہلے، مناظرے اور آسمانی نشانات جتنے بھی کامیاب رہے ہوں ان سے مرزا صاحب کی دعاوی کی صداقت ثابت نہیں ہو جاتی۔ کیونکہ یہ باتیں دین کا اصل اور بنیادی مقصد نہیں ہوتیں اصل مقصد تو تعلیمات ہوتی ہیں مرزا صاحب نے کوئی نئی تعلیمات پیش نہیں کیں۔ دین اسلام کو ہی تختہ مشق بنایا، جو کچھ وہ وحی والہام کے نام سے پیش کرتے رہے وہ یا تو قرآن مجید کی آیات کے ٹکڑے ہیں یا اردو پنجابی، انگریزی، فارسی یا عربی زبانوں کے ٹوٹے ہیں، آپ ''تذکرہ'' (وحی مقدس جو مرزا صاحب پر نازل ہوتی رہی) نامی کتاب میں تمام وحی والہام والے ٹوٹے بغور ملاحظہ فرمائیں اور پھر خود فیصلہ فرمائیں کہ اس ''وحی'' نے انسانیت کو کیا پیغام دیا ہے۔ اور اس میں انسانیت کے لیے کیا رہنمائی ہے۔

کسی بھی مذہب سے تعلق رکھنے والے یا کسی خالی ذہن مسلمان کو ہی تذکرہ (وحی مقدس) کتاب پڑھنے کے لیے دی جائے تو جب وہ اسے پڑھے گا تو یہ ٹکڑے اس کی کیا رہنمائی کریں گے؟ جب کہ صورت حال یہ ہے کہ بعض الہامات کے بارے میں خود مرزا صاحب لکھتے ہیں کہ مجھے سمجھ نہیں آئی۔

میرے محترم! وحی الہام کے متعلق مرزا صاحب کے اپنے اقوال جو انھوں نے اپنی مختلف کتابوں میں لکھ دیے ہیں، انھی اقوال کو معیار بنالیں اور پھر مرزا صاحب کے الہامات اسی پیمانے پر جانچ لیں مرزا صاحب جس بات کا دوسروں کو پابند کر رہے ہیں کیا خود بھی اس بات کی پابندی فرماتے ہیں، مرزا صاحب ایک جگہ لکھتے ہیں:

''اور یہ بالکل غیر معقول اور بے ہودہ امر ہے کہ انسان کی اصل زبان تو کوئی ہو اور الہام اس کو کسی اور زبان میں ہو جس کو وہ سمجھ بھی نہیں سکتا کیونکہ اس میں تکلیف مالایطاق ہے''۔ (روحانی خزائن، ج:۲۳، ص:۲۱۸)

اور ایسے الہام سے فائدہ کیا ہوا جو انسانی سمجھ سے بالاتر ہے۔

ایک دوسری جگہ لکھتے ہیں:

''بعض الہامات مجھے ان زبانوں میں بھی ہوتے ہیں جن سے مجھے کچھ بھی واقفیت نہیں جیسے انگریزی یا سنسکرت

یا عربی وغیرہ“۔ (روحانی خزائن، ج:۱۸، ص:۴۳۵)

ایک جگہ مرزا صاحب لکھتے ہیں:

”یہ بھی تو ذہن میں رہے کہ شیطان گونگا ہے اور اپنی زبان میں فصاحت اور روانگی نہیں رکھتا اور گونگے کی طرح وہ فصیح اور کثیر المقدار باتوں پر قادر نہیں ہوسکتا صرف ایک بدبودار پیرایہ میں فقرہ دو فقرہ دل میں ڈال دیتا ہے اس کو ازل سے یہ توفیق ہی نہیں دی گئی کہ لذیذ اور باشوکت کلام کر سکے...... اور نہ بہت دیر تک چل سکتا ہے گویا جلدی تھک جاتا ہے“۔
(روحانی خزائن، ج:۲۲، ص:۱۴۲ تا ۱۴۳)

میرے عزیز! آپ سے عاجزانہ درخواست ہے کہ حق تو یہ بنتا ہے کہ آپ ”تذکرہ“ کو مکمل پڑھیں اور دیکھیں کہ کیا مرزا صاحب کی وحی فصاحت و روانگی رکھتی ہے یا ٹکڑیوں میں ہے، فقرہ دو فقرہ ہے، کیا فصیح اور کثیر المقدار ہے؟ یہ چند الہامات اور کشف ملاحظہ فرمائیں اور انھیں اصل کتاب سے چیک کریں۔

۱۸۸۱ء ایک دن صبح کے وقت تھوڑی غنودگی میں ایک دفعہ زبان پر جاری ہوا:

”عبداللہ خان ڈیرہ اسماعیل خان“ (تذکرہ ایڈیشن، چہارم، ص:۳۳)

۱۸۸۱ء تقریباً ایک مرتبہ مسجد میں بوقت عصر یہ الہام ہوا کہ میں نے ارادہ کیا ہے کہ تمھاری ایک اور شادی کروں۔ یہ سب سامان میں خود ہی کروں گا اور تمھیں کسی بات کی تکلیف نہیں ہوگی۔ (تذکرہ، ایڈیشن چہارم، ص:۳۰)

۱۸۸۱ء (تخمیناً) تخمیناً اٹھارہ برس کے قریب عرصہ گزرا ہے کہ مجھے کسی تقریب سے مولوی محمد حسین بٹالوی کے مکان پر جانے کا اتفاق ہوا اس نے مجھ سے دریافت کیا کہ آج کل کوئی الہام ہوا ہے؟ میں نے اس کو یہ الہام سنایا جس کو میں کئی دفعہ اپنے مخلصوں کو سنا چکا ہوں اور وہ یہ ہے کہ بکرو ثیب جس کے یہ معنی ان کے آگے اور نیز ہر ایک کے آگے میں نے ظاہر کیے کہ خدا تعالیٰ کا ارادہ ہے کہ وہ دو عورتیں میرے نکاح میں لائے گا ایک بکر (کنواری) ہوگی اور دوسری بیوہ۔ چنانچہ یہ الہام جو بکر کے متعلق تھا پورا ہو گیا چار بیٹے اس بیوی سے موجود ہیں اور بیوہ کے الہام کی انتظار ہے۔
(تذکرہ، ایڈیشن چہارم، ص:۳۱)

میرے محترم مرزا صاحب کی وفات تک یہ الہام پورا نہیں ہوا۔ اور تذکرہ کے اسی صفحہ نمبر ۳۱ پر نیچے حاشیہ میں مرزا صاحب کی وفات کے بعد جماعت کی طرف سے اس الہام کے پورا نہ ہونے پر جو تاویل کی گئی ہے وہ بھی پڑھنے کے لائق ہے۔

یہاں غور کریں تیسری شادی کے الہامات ہو رہے ہیں جبکہ سیرت مہدی کے مطابق ”پہلی خاندانی بیوی کو ایک لمبے عرصے سے معلق کیا ہوا تھا، ان سے مباشرت ترک کر دی تھی اور آخری عمر میں پھر طلاق بھی دے دی۔ وجہ اس کی یہ تھی کی تیسری شادی محمدی بیگم سے کرنا چاہتے تھے اس نے تعاون نہیں کیا تھا“۔

(سیرت مہدی پرانا ایڈیشن، حصہ اوّل، ص:۳۳ تا ۳۴)

اور دوسری شادی کرنے پر حالت یہ تھی مرزا صاحب لکھتے ہیں: ”جب میں نے نئی شادی کی تھی تو مدت تک مجھے

یہی یقین رہا کہ میں نامرد ہوں''۔ (مکتوب نمبر ۱۵، مکتوبات احمد، جلد: دوم، ص: ۲۷)

۱۸۸۲ء ایک دفعہ فجر کے وقت الہام ہوا کہ آج حاجی ارباب محمد لشکر خان کے قرابتی کا روپیہ آتا ہے اس کا مطلب مردان سے دس روپے آئے۔ (تذکرہ، ایڈیشن چہارم، ص: ۴۴)

۷ستمبر ۱۸۸۳ء الہام ہوا: ''پریشن، عمر، براطوس یا پلاطوس یعنی پڑطوس لفظ ہے یا پلاطوس لفظ ہے، بباعث سرعت الہام دریافت نہیں ہوا'' اور پھر **ھو شعنا نعسا** معلوم نہیں کس زبان کے ہیں''۔ (تذکرہ، ایڈیشن چہارم، ص: ۹۱)

پھر ایک فقرہ ہے جس کے معنی معلوم نہیں اور وہ یہ ہے: ہی ہالٹس ان ضلع پشاور

He Halts In the Zilla Peshawar (تذکرہ، ایڈیشن چہارم، ص: ۹۲)

۳۰ جون ۱۸۹۹ء میں مجھے الہام ہوا ''پہلے بے ہوشی، پھر غشی، پھر موت'' (تذکرہ، ایڈیشن چہارم، ص: ۲۸۰)

۷ستمبر ۱۹۰۰ء دردسر کے وقت بار بار یہ الہام ہوا ''ترجمہ یعنی میں امیروں کے ساتھ تیری طرف اچانک آؤں گا''۔

۱۹۰۲ء الہام ہوا کہ خدا قادیان میں نازل ہوگا اپنے وعدہ کے موافق (تذکرہ، ایڈیشن چہارم، ص: ۳۵۸)

۱۳ دسمبر ۱۹۰۰ء پھر وحی ہوئی: ''لاہور میں ہمارے پاک ممبر موجود ہیں ان کو اطلاع دی جاوے، نظیف مٹی کے ہیں وسوسہ نہیں رہے گا مگر مٹی رہے گا۔ سلسلہ قبول الہامات میں سب سے کچا مولوی تھا۔ سب مولوی ننگے ہو جائیں گے۔ (تذکرہ، ایڈیشن چہارم، ص: ۳۲۸)

۲۷ دسمبر ۱۸۹۱ء الہام:

''۲۸۔۲۷۔۱۴۔۲۔۲۷۔۲۔۲۶۔۶۔۲۸۔۱۔۲۳۔۱۵۔۱۱۔۱۔۲۔۲۷۔۱۴۔۱۰۔۱۔۲۸۔۲۷۔۴۷۔۱۶۔۱۱۔ ۳۴۔۱۴۔۱۱۔۷۔۱۔۵۔۳۴۔۲۳۔۳۴۔۱۱۔۱۴۔۷۔۲۳۔۱۴۔۱۰۔۱۔۱۴۔۵۔۲۸۔۷۔۳۴۔۱۔۷۔۳۴۔۱۱۔۱۶۔۱۔ ۱۴۔۷۔۵۔۱۔۱۴۔۱۔۱۴۔۲۔۲۸۔۱۔۷۔ (الہامی چابی)

یہ اعداد اور ان کے اندر کی چابی سب الہام کا حصہ ہیں۔ (تذکرہ، ایڈیشن چہارم، ص: ۱۵۷)

۸ستمبر ۱۹۰۶ء (۲) ''امین الملک جے سنگھ بہادر'' (۳) پیٹ پھٹ گیا (معلوم نہیں یہ کس کے متعلق الہام ہے)''۔ (تذکرہ، ایڈیشن چہارم، ص: ۵۶۸)

۱۷ستمبر ۱۹۰۶ء ''خدا اس کو پنج بار ہلاکت سے بچائے گا۔ (نامعلوم کس کے متعلق الہام ہے)''

۲۴ستمبر ۱۹۰۶ء ''موت تیراں ماہ حال کو...... غالباً تیراں ماہ حال سے مراد تیراں ماہ شعبان ہے واللہ اعلم اور میں نہیں جانتا کہ تیراں ماہ حال سے یہی شعبان ہے اور میں قطعی طور پر نہیں جانتا کہ کس کے حق میں''۔ (تذکرہ، ایڈیشن چہارم، ص: ۵۷۰)

۱۶ اکتوبر ۱۹۰۶ء ''لنبلونکم'' (تذکرہ، ایڈیشن چہارم، ص: ۵۷۱)

یکم فروری ۱۹۰۷ء (۱) ''روشن نشان'' (۲) ''ہماری فتح ہوئی''

(نوٹ از تذکرہ مرتب) ۴ اپریل ۱۹۰۷ء بدر صفحہ ۳ پر جب یہ الہام چھپا ہے تو وہاں یہ الفاظ ہیں ''روشن نشان اور ہماری فتح''، ممکن ہے کہ یہ دوسری قرأت ہو۔ (تذکرہ، ایڈیشن چہارم، ص: ۵۸۴۔۵۸۵)

۲۰ فروری ۱۹۰۷ء (۴) ''بہتر ہوگا کہ اور شادی کر لیں۔ معلوم نہیں کہ کس کی نسبت یہ الہام ہے''۔ (تذکرہ، ایڈیشن چہارم، ص: ۵۸۹)

۲۶ فروری ۱۹۰۷ء ''تحفۃ الملوک اس کے معنی ابھی نہیں کھلے بر حال ملوک سے اس کو کچھ نسبت ہے''۔ (تذکرہ، ایڈیشن چہارم، ص: ۵۹۰)

۷ مارچ ۱۹۰۷ء ''ان کی لاش کفن میں لپیٹ کر لائے ہیں'' معلوم نہیں کہ یہ کن لوگوں کی طرف یا کس کی طرف اشارہ ہے''۔ (تذکرہ، ایڈیشن چہارم، ص: ۵۹۲)

۱۳ مارچ ۱۹۰۷ء الہام ہوا ''لاہور میں ایک بے شرم ہے''۔ (تذکرہ، ایڈیشن چہارم، ص: ۵۹۴)

۱۴، اپریل ۱۹۰۷ء الہام ہوا ''لائف آف پین'' ۔Life of Pain (تذکرہ، ایڈیشن چہارم، ص: ۶۰۱)

۱۹۰۷ء چند دن ہوئے مجھ کو الہام ہوا تھا کہ ''لاہور سے ایک افسوس ناک خبر آئی''۔ (تذکرہ، ایڈیشن چہارم، ص: ۶۱۱)

۲۶ اگست ۱۸۹۲ء، آج رات خواب دیکھا کہ کوئی شخص کہتا ہے کہ لڑکے کہتے ہیں کہ عید کل تو نہیں پر پرسوں ہوگی معلوم نہیں کل اور پرسوں کی کیا تعبیر ہے''۔ (تذکرہ، ایڈیشن چہارم، ص: ۱۶۱)

۱۸۷۶ء: ''نہایت خوبصورت عورت میرے خواب میں آئی جس کا حلیہ ابھی تک میری آنکھوں کے سامنے ہے''۔ (تذکرہ ایڈیشن، چہارم، ص: ۲۰)

۱۸۷۶ء: ''انھی دنوں ایک خوبصورت مرد دیکھا، میرے پوچھنے پہ اس نے بتایا کہ ہاں میں درشنی آدمی ہوں''۔ (تذکرہ، ایڈیشن چہارم، ص: ۲۰)

۲۵ جولائی ۱۸۹۲ء: ''آج میں نے صبح صادق ساڑھے چار بجے دن کے خواب دیکھا کہ ایک عورت سرخ اور خوش رنگ لباس پہنے ہوئے میرے پاس آ گئی، ایک جوان عورت ہے سرخ لباس شاید جالی کا کپڑا پہنا ہوا ہے، میں نے کہا یا اللہ آ جاؤ۔ اور پھر وہ عورت مجھ سے بغلگیر ہوگئی''۔ (تذکرہ، ایڈیشن چہارم، ص: ۱۵۹)

یہ مختصر لکھا ہے مزید تفصیل اسی صفحہ پر دیکھ لیں۔

آپ کا خیر خواہ

محمد آصف

مسافران آخرت

ادارہ

☆ مدرسہ معمورہ دار بنی ہاشم کے پڑوسی حضرت قاری سیف الدین رحمہ اللہ کی اہلیہ اور حافظ عمار صاحب کی والدہ طویل علالت کے بعد 7 رمضان 1439 مطابق 23 مئی 2018 کو انتقال کر گئیں مرحومہ کی نماز جنازہ دار بنی ہاشم میں انکے بیٹے نے پڑھائی۔

☆ مجلس احرار اسلام بہاولپور کے امیر قاری عبدالعزیز رحمہ اللہ، 29 شعبان مطابق 16 مئی 2018 کو انتقال کر گئے۔ مرکز احرار جامع مسجد مدنی بیرون شکار پوری گیٹ بہاولپور کے امام وخطیب تھے۔ مجلس احرار اسلام پاکستان کے سابق امیر مرزا محمد حسن چغتائی مرحوم کی دعوت پر احرار میں شامل ہوئے اور چالیس برس احرار سے وابستہ رہے۔ مرحوم ایک مخلص، وفا شعار اور انتھک کارکن تھے۔ جنازے میں احرار کارکنوں کے علاوہ شہر کے عوام وخواص نے کثیر تعداد میں شرکت کی مجلس احرار اسلام ملتان کے امیر مولانا محمد اکمل اور سید عطاء المنان بخاری بھی جنازے میں شریک ہوئے اور جنازہ انکی وصیت کے مطابق سید عطاء المنان بخاری نے پڑھایا۔

☆ شیخ الحدیث حضرت مولانا صوفی محمد سرور رحمۃ اللہ علیہ: جامعہ اشرفیہ لاہور کے شیخ الحدیث حضرت مولانا صوفی محمد سرور صاحب گزشتہ ماہ انتقال کر گئے۔

☆ حضرت مولانا عبدالغفور رحمۃ اللہ علیہ: حضرت مولانا خان محمد رحمۃ اللہ علیہ کے خلیفہ مجاز حضرت مولانا عبدالغفور رحمۃ اللہ علیہ (ٹیکسلا) 2 رمضان المبارک مطابق 18 مئی 2018ء کو طویل علالت کے بعد خالق حقیقی سے جا ملے۔

☆ محمد عامر مرحوم، مجلس احرار اسلام کے قدیم کارکن محمد یوسف باوا کے چچا زاد اور حافظ محمد علی (لاہور) کے بہنوئی محمد عامر مرحوم 15 اپریل کو انتقال کر گئے۔

☆ محمد عدنان مغل کے والد محمد رفیق مغل (جھنگ) 2 رمضان مطابق 18 مئی 2018ء کو انتقال کر گئے۔

☆ مسجد ختم نبوت دار بنی ہاشم ملتان میں جمعہ اور ماہانہ مجلس ذکر کے اجتماع میں مستقل شریک ہونے والے ہمارے مہربان حافظ محمد احمد مرحوم گزشتہ ماہ میں انتقال کر گئے مرحوم کی نماز جنازہ دار بنی ہاشم میں ادا کی گئی۔

☆ چنیوٹ میں مجلس احرار کے کارکن حافظ محمد اسماعیل گزشتہ ماہ انتقال کر گئے۔

☆ محمد زبیر کی والدہ مرحومہ 4 رمضان مطابق 20 مئی 2018ء ملتان میں انتقال کر گئیں۔ مرحومہ کا خاندان امیر شریعت سے بہت ہی عقیدت ومحبت کا تعلق تھا اور حضرت پیر جی دامت برکاتہم سے بیعت تھیں۔ صوم وصلوٰۃ کی پابند نیک وپارسا خاتون تھیں۔

☆ملتان میں ہمارے کرم فرما ڈاکٹر منصور خان غالب رحمہ اللہ گزشتہ ماہ انتقال کر گئے۔ مرحوم نہایت شریف اور ملنسار انسان تھے غرباء کے ساتھ نہایت شفقت کا معاملہ کرتے اور مدرسہ معمورہ ملتان سمیت دیگر مدارس کے طلباء اور غرباء مساکین کا علاج مفت کرتے تھے۔ اللہ تعالیٰ مرحوم کی حسنات کو قبول فرما کر جنت میں اعلیٰ مقام عطا فرمائیں۔

☆ملتان میں مجلس احرار اسلام اور مدرسہ معمورہ کے معاون ڈاکٹر عبدالرحمٰن صاحب کے بڑے بھائی یکم رمضان المبارک مطابق 17 مئی کو انتقال کر گئے۔

☆مرکزی مسجد عثمانیہ چیچہ وطنی کے خادم اور جماعت کے دیرینہ رفیق حافظ محمد شریف کے دو بھائی مستری غلام محمد ولد مستری اللہ دتہ (وفات یکم مئی 2018ء بروز منگل) اور مستری خدا بخش ولد مستری اللہ دتہ (وفات 10 مئی 2018ء جمعرات) یکے بعد دیگرے انتقال کر گئے۔

☆مجلس احرار ٹوبہ ٹیک سنگھ کے ناظم نشریات محمد ارشد کے والد محترم غلام محمد غفاری 22۔مئی کو انتقال کر گئے۔

☆ دارالعلوم ختم نبوت چیچہ وطنی کے معاون خصوصی ڈاکٹر ظہور احمد (رحمٰن سرجیکل ہسپتال چیچہ وطنی) کی والدہ ماجدہ 24 مئی، جمعرات کو چک نمبر 31 _12 ایل میں انتقال کر گئیں۔

☆ روزنامہ ''اوصاف'' اسلام آباد کے کالم نویس اور ہمارے ہم فکر سنیئر صحافی جناب نوید مسعود ہاشمی کی والدہ ماجدہ 25 مئی ، جمعۃ المبارک کو راولپنڈی میں انتقال کر گئیں۔

اللہ تعالیٰ سب کی مغفرت فرمائے، حسنات قبول فرمائے اور جنت الفردوس میں اعلیٰ مقام عطاء فرمائے۔ پسماندگان کو صبرِ جمیل عطاء فرمائے۔

دعاءِ صحت

- ★ قائد احرار، ابن امیر شریعت حضرت پیر جی سید عطاء المہیمن بخاری دامت برکاتہم
- ★ مجلس احرارِ اسلام ملتان کے سرپرست اور رکن مرکزی مجلس شوریٰ صوفی نذیر احمد
- ★ مجلس احرارِ اسلام کے سیکرٹری جنرل محترم عبداللطیف خالد چیمہ
- ★ حضرت مولانا خواجہ خان محمد رحمتہ اللہ علیہ کے فرزند گرامی جناب خواجہ رشید احمد صاحب
- ★ لاہور کے بزرگ احرار کارکن چودھری محمد اکرام صاحب
- ★ سید محمد کفیل بخاری کی بڑی ہمشیر علیل ہیں ★ نبیرۂ امیر شریعت حافظ سید محمد معاویہ بخاری علیل ہیں
- ★ مدرسہ معمورہ ملتان کا سابق طالب علم حافظ محمد اویس سنجرانی

احباب وقارئین سے درخواست ہے کہ تمام مریضوں کی صحت یابی کے لیے دعاء فرمائیں، اللہ تعالیٰ سب کو شفا کاملہ عطا فرمائے۔